

# قرآن

اور

صلی اللہ علیہ وسلم

# شمائل نبوی

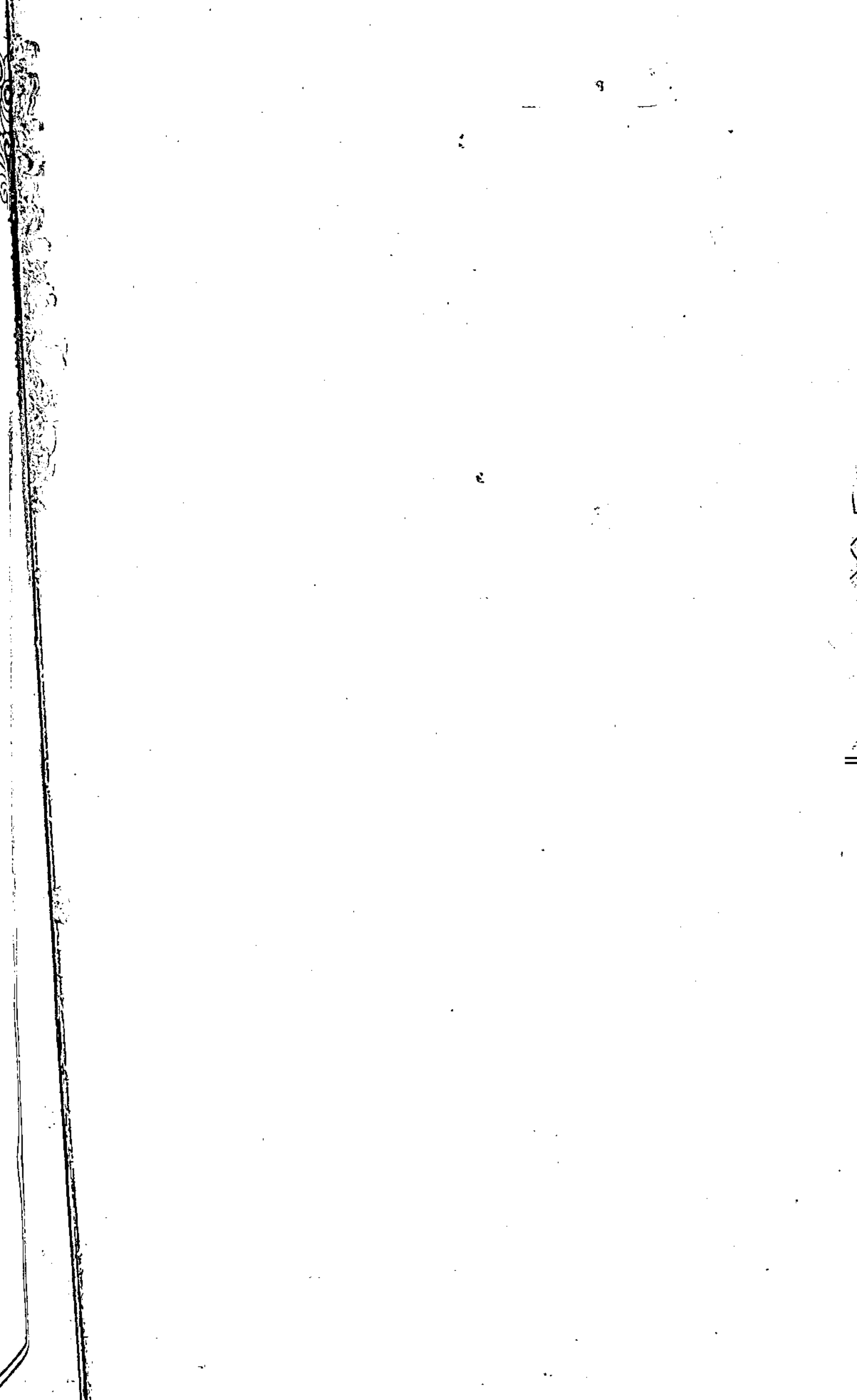
طاہر القادری

297.9921  
م 28 طابرق  
79870

منہاج القرآن پبلیکیشنز







# قرآن

اور  
شہادتیں نبوی  
صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری



منہاج القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

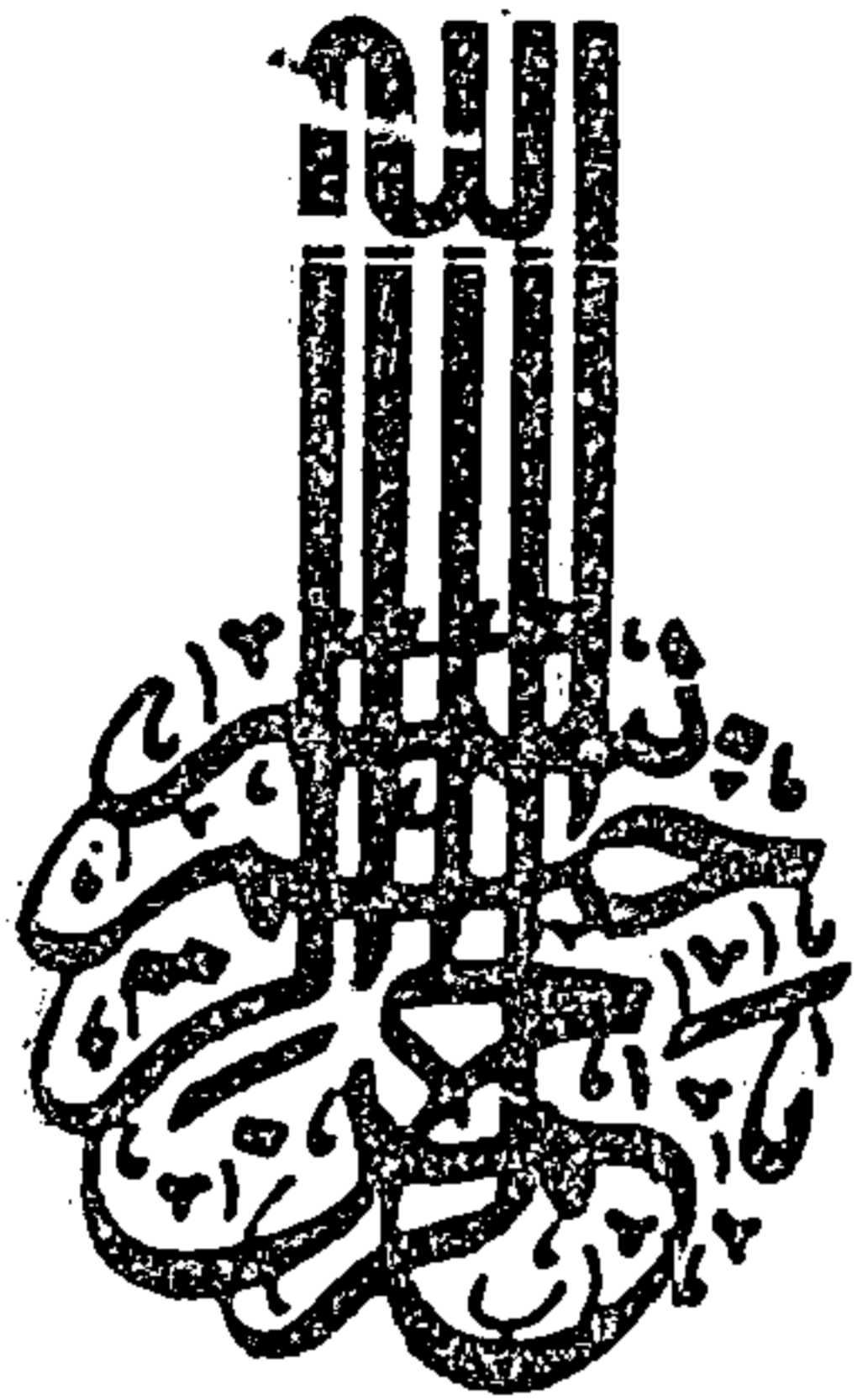
جملہ حقوق بحق تحریک منہاج القرآن محفوظ ہیں

قرآن اور شمائل نبوی ﷺ	:	نام کتاب
۲۹۷۶۹۹۲۱	:	خطبات
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ص ۳۸	:	ترتیب و تداوین
جاوید القادری، ضیاء نیر	:	پروف ریڈنگ
محمد افضل قادری (منہاجین)	:	زیر اہتمام
فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ	:	مطبع
Research.com.pk	:	اشاعت اول تا ششم
منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور	:	اشاعت ہفتم
(12,200)	:	اشاعت ہشتم
(1,100)	:	تعداد
ستمبر 2003ء	:	قیمت VRG کاغذ
ستمبر 2006ء	:	70/- روپے
1,100	:	

ISBN 969-32-0640-1

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو/ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی ان کی طرف سے ہمیشہ کے لئے تحریک منہاج القرآن کے لئے وقف ہے۔  
(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.biz



مَوْلَانِي صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا  
 عَلَى خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ  
 مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ وَالْقَلْبَيْنِ  
 وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفیکیشن نمبر این او (پی-۱) ۴-۱-۸۰ پی آئی وی  
 مورخہ ۳۱ جولائی ۸۴، گورنمنٹ آف بلوچستان کی چھٹی نمبر ۸۷-۴-۲۰ ای جنرل  
 وایم ۴/۹۷۰-۷۳ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء، شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت  
 کی چھٹی نمبر ۱۱۲۴۳-۶۷-این-۱/۱ اے ڈی (لابیری) مورخہ ۳۰ اگست ۸۶ء اور  
 آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کی چھٹی نمبر ۳ ت / انتظامیہ /  
 ۶۳-۸۰۶۱ / ۹۲ مورخہ ۲ جون ۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی  
 تصنیف کردہ کتب ان صوبوں میں تمام کالجوں اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے  
 منظور شدہ ہیں۔

## فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱۴	حیات طیبہ کا حسی پہلو	۱
"	حیات طیبہ کا روحانی پہلو	۲
۱۵	سیکولر ذہن	۳
"	مذہبی ذہن	۴
۱۷	بیان فضائل -	۵
۱۸	بیان شمائل	۶
"	بیان خصائل	۷
۱۹	تعلیمیاتی پہلو	۸
"	جمالیاتی پہلو	۹
۲۱	قرآن اور شمائل نبوی ﷺ	۱۰
۲۲	قرآن اور نور مصطفوی ﷺ کا بیان	۱۱
۲۴	نور مصطفوی ﷺ اور قرآنی تمثیل	۱۲
۲۷	سراج منیر کا قرآنی استعارہ	۱۳
۲۹	نور مصطفوی ﷺ کے بارے میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے تاثرات	۱۴
۳۰	نور مصطفوی ﷺ کا ایک اور اعجاز	۱۵
۳۱	نور مجسم ﷺ کی شان تنویر	۱۶
۳۲	آیت و انجم میں نور مجسم ﷺ کا بیان	۱۷
۳۵	اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی ہے	۱۸
۳۷	جس شے کو حضور ﷺ سے نسبت ہے وہ بھی اللہ کے ہاں لائق قسم ہے۔	۱۹

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۳۷	خوش تر آں شرے کہ آنجاد لبر است	۲۰
۳۸	لَا اُقْسِمُ کی پہلی تفسیر	۲۱
۴۰	لَا اُقْسِمُ کی دوسری تفسیر	۲۲
۴۱	قرآن میں کسی مقام پر حضور ﷺ کو محض نام لے کر نہیں پکارا گیا	۲۳
۴۳	چہرہ انور اور گیسوئے عنبریں کی قسم	۲۴
۴۴	قسم کا پس منظر	۲۵
۴۵	حضور ﷺ کی چشمان مقدس کا بیان	۲۶
۴۶	قلب مصطفوی ﷺ اور قرآن	۲۷
"	تدریجاً نزول قرآن کی حکمت	۲۸
۴۷	قوت قلب نبی ﷺ اور قرآن	۲۹
۴۹	اللہ رب العزت کو اپنے محبوب ﷺ کی مشقت گوارا نہیں	۳۰
۵۰	قرآن اور شرح صدر کا بیان	۳۱
۵۱	استفہامیہ انداز اختیار کرنے کی حکمت	۳۲
۵۲	سورہ الانشراح میں "لک" کی معنوی اہمیت	۳۳
۵۳	کلمہ "لک" کے اضافے کے دو اور مثالیں	۳۴
۵۴	اہل ایمان کا سینہ کھولنے کی حقیقت	۳۵
۵۵	حضور ﷺ کے قلب مبارک کی رقت اور نرمی کا بیان	۳۶
۵۶	ذکر مصطفوی ﷺ کی رفعت اور قرآن	۳۷
۵۸	رضائے حبیب ﷺ اور قرآن	۳۸
۶۰	غلامانِ مصطفوی ﷺ کے لئے سب سے امید افزاء آیت	۳۹
۶۱	تعلیمات قرآنی کا بنیادی فلسفہ	۴۰



صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۶۱	خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم	۴۱
۶۲	آپ ﷺ کی ہر ادا باری تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا مرکز ہے	۴۲
۶۵	حضور ﷺ کی پشت اطہر کا بیان	۴۳
۶۶	خدا کی نگاہیں ہمہ وقت اپنے محبوب ﷺ کی طرف لگی ہوئی ہیں	۴۴
۶۷	قرآن حکیم میں گفتار مصطفیٰ ﷺ کا ذکر	۴۵
۶۹	فعل نبوی ﷺ فعل الہی ہے	۴۶
۷۰	رسول امی کا معلم حقیقی خدا ہے	۴۷
//	بیان شمائل کا مقصد تعلیم ادب ہے	۴۸







## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ امر واقعہ ہے کہ جب سے ملت اسلامیہ عالمی سطح پر ہمہ گیر زوال سے دوچار ہوئی ہے ہر میدان میں اس کی فکری اور عملی سمتیں اپنے اصل مرکز سے ہٹ گئی ہیں اور اگر کسی وقت احساسِ زیاں کا کچھ شعور رکھنے والے افراد کی طرف سے ملی سطح پر اس ہمہ گیر فکری اور عملی بگاڑ کی جزوی اصلاح کی کوششیں ہوئی بھی ہیں تو وہ کما حقہ کارگر نہیں ہو سکیں کیونکہ ان میں سے اکثر میں کوئی نہ کوئی ایسی کمی ضرور رہ گئی ہے جس کے نتیجے میں اصلاح احوال کی بجائے مزید الجھنیں پیدا ہوئی ہیں اور عوام کی رہی سہی امیدیں بھی غم و یاس میں بدلتی چلی گئی ہیں اور صورتِ حالات کچھ یوں نظر آرہی ہے کہ

ع ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“

اس وقت ہماری بحث کسی اور مسئلے سے نہیں بلکہ اپنی توجہ کو صرف اس امر پر مرکوز کرنا ہے کہ

- ☆ جب زوال پذیر عالم اسلام میں مذہبی و روحانی اقدار تنزل کا شکار ہو گئیں۔
- ☆ اسلامی عقائد و اعمال محض مردہ اوہام و رسوم میں بدل کر عملی تاثیر کھو بیٹھے۔
- ☆ مسلمانوں کا مستقبل میں اپنے احوال کی نسبت اعتماد کلیتہً ختم ہو گیا۔
- ☆ آئندہ کے لیے اسلام کے قابل عمل ہونے کا تصور دھندلا گیا۔
- ☆ دور انحطاط میں اسلام کی حتمی و قطعی نتیجہ خیزی کا یقین شکستہ ہو گیا۔
- ☆ مسلم معاشرے میں ایمانی حقائق اور روحانی اقدار کی جگہ مادہ پرستی نے لے لی۔
- ☆ مذہب سماجی زندگی سے کٹ کر محض آخرت کی الجھنوں کا دواوارہ گیا۔
- ☆ اسلامی وحدت کا شیرازہ جغرافیائی، نسلی، لسانی، طبقاتی، گروہی اور فرقہ وارانہ



وفاداریوں کے باعث منتشر ہو گیا۔

☆ اسلام کے مذہبی، سیاسی، معاشی، عمرانی، ثقافتی اور تعلیمی ادارے جو سراسر تخلیق و انقلاب کے آئینہ دار تھے کلی طور پر جمود کی لپیٹ میں آ گئے۔

☆ بچے کچھے اور منتشر مسلمان اسلام کی عالمگیر فتح کی خاطر مثبت انقلابی پیش قدمی کے بجائے اپنے وجود کی حفاظت اور دفاع کو ہی اصل زندگی اور آخری مطمح نظر سمجھنے لگے تو استعماری قوتیں اس تغیر پر مطمئن نہ ہوئیں اور اس تغیر کے نتائج و مضمرات کو ہمیشہ کے لیے ملت اسلامیہ پر باقی رکھنے کی ترکیب بھی سوچنے لگیں کہ اگر اسلام کے دامن میں کوئی ایسی انقلاب انگیز قوت موجود ہے جس کے ہوتے ہوئے مسلم قوم مذکورہ بالا تمام تر خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود کسی وقت بھی اپنی عظمت رفتہ کے حصول کے لئے تن من دھن کی بازی لگا سکتی ہے تو اسی قوت کا سراغ لگا کر اس کے خاتمے کا موثر اہتمام کیا جائے تاکہ عالم اسلام اس ذلت و پستی کی حالت سے کبھی نجات نہ پاسکے کیونکہ اسی میں تمام طاغوتی اور مادی قوتوں کی عافیت تھی۔ اسلام کی وہ عظیم انقلابی قوت جس سے عالم طاغوت لرزہ بر اندام تھا، عشق رسول ﷺ تھی اور اسی سے مسلمانوں کی مذہبی و روحانی زندگی روزِ اول سے آج تک وابستہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تاریخ میں بارہا سیاسی تغیرات کے باوجود ملت اسلامیہ کا مذہبی و روحانی نظام زوال پزیر نہ ہو سکا بلکہ اس کے ارتقاء کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔ کیونکہ صوفیائے اسلام کی پیہم تبلیغی مساعی نے ہر دور میں مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسالت ﷺ کی وہ شمع فروزاں رکھی جس میں ہماری ملی حیات کی بقا کی ضمانت موجود تھی۔

ایک مشہور مغربی مورخ پروفیسر ہٹی بیان کرتے ہیں کہ ”اکثر ایسا ہوا کہ سیاسی اسلام کے تاریک ترین لمحات میں مذہبی اسلام نے بعض شاندار کامیابیاں حاصل کیں“ ہالینڈ کے ایک فاضل ”لو کے گارد“ نے دے الفاظ میں اس بات پر استعجاب کا اظہار کیا ہے کہ گو اسلام کا سیاسی زوال تو بارہا ہوا لیکن روحانی اسلام میں ترقی کا سلسلہ

یشہ جاری رہا۔ انہی اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے انگلستان کے ایک مشہور ذی علم  
مشرق پروفیسر ایچ اے گپ نے بیان کیا ہے کہ ”تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع  
ہئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا۔  
اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی  
توت و توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی“

یہ حقیقت ہے کہ صوفیاء کی تعلیم اور ان کا فکر عشق رسالت مآب ﷺ  
سے کس قدر لبریز ہے، کسی بھی اہل علم پر مخفی نہیں۔ عشق مصطفیٰ ﷺ سے لبریز اسی  
لکر کی نمائندگی کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامانِ اوست

بحر و بر در گوشہ دامنِ اوست

ایک اور مقام پر بارگہ رسالت مآب ﷺ میں اس طرح عرض پرداز ہیں  
کہ عشق و مستی کے ہزاروں قلزم ایک شعر میں محصور نظر آتے ہیں۔

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی

کشتی و دریا و طوفانم توئی

اسی مضمون کو اردو میں علامہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر

وہی قرآن، وہی فرقاں، وہی یسین، وہی طہ

ایک مقام پر علامہ اقبالؒ ”عشق رسالت مآب ﷺ میں کیف و مستی کی کیفیت میں

ذوب کر قطر از ہیں:

معنی حرم کنی تحقیق اگر

بگری با دیدہ صدیق اگر

قوت قلب و جگر گردد نبی

از خدا محبوب تر گردد نبی



خاک میثرب از دو عالم خوشتر است  
 اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است  
 نسخہ کونین را دیباچہ اوست  
 جملہ عالم بندگان خواجہ اوست

علامہ دربار رسالت میں کس قدر درد سے التجاء کرتے ہیں:

مسلمان آں فقیر کج کلا ہے  
 رمید از سینہ او سوز آہے  
 دلش نالد چرانالد نداند  
 نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

نہ صرف یہ کہ علامہ نے امت محمدی ﷺ کو ذات محمدی ﷺ سے  
 والہانہ عشق کا پیغام دیا بلکہ اسی عشق رسالت مآب ﷺ کو ملت اسلامیہ کی بقا و دوام کا  
 راز بھی قرار دیا اور یہی وہ انقلاب انگیز قوت تھی جس سے سامراجی و طاغوتی طاقتیں  
 خائف تھیں، آپ فرماتے ہیں۔

لابی بعدی ز احسان خدا است  
 پردہ ناموس دین مصطفیٰ است  
 قوم را سرمایہ قوت ازو  
 حفظ سر وحدت ملت ازو

علامہ امت مسلمہ کو چراغ مصطفوی ﷺ کا پروانہ قرار دیتے ہوئے کہتے

ہیں:

امتے از ما سوا بیگانہ  
 بر چراغ مصطفیٰ پروانہ

علامہ اقبالؒ نے اسی ابدی حقیقت کو مزید ان الفاظ میں آشکار کیا ہے

از رسالت ہم نوا عشقشیم ما  
 ہم نفس ہم مدعا عشقشیم ما  
 تانہ این وحدت زدست ما رود  
 نیستی ما بابد ہدم شود

تا شعار مصطفیٰ ﷺ از دست رفت  
 قوم را رمز از دست رفت

زوالِ اسلام کے اس دور میں جب اقبال ”ملتِ اسلامیہ کے عروق مردہ میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے پیغام کے ذریعے نئی روح پھونک کر اسے تباہی و ہلاکت سے بچانے کی فکر میں تھے“ اسلام دشمن استعماری طاقتیں منظم ہو کر مسلمانوں کے دلوں میں اسی عشقِ رسالت مآب ﷺ کی شمع بھجادیئے کا سوچ رہی تھیں انہیں معلوم تھا کہ اگر مسلمانوں کے دل رسالت مآب ﷺ کے عشق و محبت سے خالی ہو گئے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت بھی نہ تو انہیں اپنی کھوئی ہوئی عظمت واپس دلا سکتی ہے اور نہ ہی اصلاح و تجدید کی ہزاروں تحریکیں انہیں اپنی منزلِ مراد تک پہنچا سکتی ہیں یہ محض ایک مفروضہ یا خیال خام نہیں بلکہ ایک روشن حقیقت ہے۔ مغربی استعمار کی اسی سازش کی طرف علامہ مرحوم نے اشارہ فرماتے ہوئے کہا تھا:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا  
 روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو  
 فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تعلیمات  
 اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

چنانچہ اسی مقصد کے تحت اہل مغرب نے یہ فکری میدانِ اسلامی تحقیق کے نام پر بعض متعصب یہودی اور عیسائی مستشرقین (Orientalists) کے سپرد کر دیا جنہوں نے اسلام کی تعلیمات اور بانیِ اسلام ﷺ کی شخصیت اور سیرت پر اس انداز سے تحقیق کر کے، لاتعداد کتب تصنیف کیں کہ اگر ایک خالی الذہن سادہ مسلمان نہایت



ٹیک نیتی کے ساتھ بھی ان تصانیف کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کا ذہن رسول اکرم ﷺ کی ذات اور تعلیمات کے بارے میں طرح طرح کے شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتا ہے اور ان کتابوں کے باقاعدہ مطالعہ سے جو ذہن تشکیل پاتا ہے اسے عشق رسالت ﷺ کے تصور سے دور کا بھی واسطہ باقی نہیں رہتا۔ ان مستشرقین نے جدید تعلیم یا مسلمانوں کے ذہنوں کو مسموم کرنے کا محاذ سنبھال لیا جس سے وہ اپنے مطلوبہ نتائج کا حد تک حاصل کر رہے ہیں۔

دوسری طرف بعض مفکرین ہی کے ہاتھوں نادانستہ طور پر یہی کام سرانجام پانے لگا۔ وہ اس طرح کہ جب دور جدید میں مسائل حیات بدلے اور نئے نئے تقاضوں نے جنم لیا تو کئی مسلم مفکرین نے اسلام کی تعلیمات اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں کو اس انداز سے پیش کرنا شروع کیا کہ عصر حاضر کے چیلنج کا مقابلہ کیا جاسکے۔ ہرچند کہ یہ علمی کوششیں نہ صرف درست تھیں بلکہ تقاضائے وقت کے پیش نظر ضروری بھی تھیں۔ لیکن ان مفکرین کے سامنے مسلمانوں کو درپیش مسئلے محض ایک رخ ہی رہا اور دوسرا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ کی مقدس شخصیت کے دو پہلو ہیں جو اپنی اپنی جگہ علیحدہ اور

مستقل بھی ہیں اور باہم لازم و ملزوم بھی۔ ان میں سے کسی ایک پہلو کو بھی نظر انداز کر اسلام کے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

۱۔ حیات طیبہ کا حسی پہلو

۲۔ حیات طیبہ کا روحانی پہلو

حسی پہلو حضور ﷺ کے بشری و انسانی اوصاف و کمالات پر مشتمل ہے۔

اس کے مطالعہ سے حضور ﷺ کی شخصیت کی ایسی جامع و مانع تصویر سامنے آتی ہے کہ

انسان کامل اور اسوۂ حسنہ کا صحیح نقشہ ذہن پر مرتسم ہو جاتا ہے اس سے حضور ﷺ

کے حسن اخلاق، حسن معیشت، شجاعت و بہالت، صبر و تحمل، صداقت و امانت، تدبیر

و بصیرت، عدالت و نفاہت جو دو سخا اور رحمت و مودت جیسے عظیم خصائل و اوصاف کا علم حاصل ہوتا ہے اور ہر قاری حضور ﷺ کی ذات گرامی کو عظیم مصلح و رہنماء، عظیم مدبر و منتظم، عادل قاضی و منصف، بے نظیر محقق، مثالی قائد و سپہ سالار، دیانت دار تاجر، مثالی شہری، معیاری خاوند اور سربراہ خاندان، کامیاب سربراہ ریاست اور اسی طرح ایک عظیم انسان کے روپ میں دیکھنے لگتا ہے سیرت النبی ﷺ کے اس پہلو کی اہمیت و افادیت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن جب بعض مسلم مفکرین و مصنفین نے جناب رسالت ﷺ کے فضائل و شمائل کے بیان کو صرف اسی حسی پہلو تک محصور کر دیا اور وہ روحانی و عجزاتی پہلو جو حضور ﷺ کے بلند و بالا کمالات نبوت اور فضائل و شمائل پر مشتمل تھا، یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا گیا کہ جدید تعلیم یافتہ نسل کا ان مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو محض صوفیاء و عرفاء کے لئے ہیں۔

مزید برآں ان ظاہری فضائل کا بیان بھی عقیدت و محبت کی چاشنی اور تعظیم و تکریم کے رنگ سے اس بنا پر عاری رکھا گیا کہ یہ آداب تحقیق کے منافی ہے لہذا اس غلو سے اپنی تحریروں کو مبرا ہی رکھنا چاہئے۔ نتیجہً وہ قلبی عقیدت اور والہانہ انس و محبت جو رفتہ رفتہ عشق میں بدل جایا کرتی ہے اس نسل کے دلوں سے ناپید ہوتی گئی کیونکہ عشق کی کیفیت جس کا تعلق عقل و خرد سے نہیں خالصتاً دل کی دنیا سے ہوتا ہے بالخصوص دوسرے پہلو کے ساتھ وابستہ تھی جسے جدید دور کے تقاضوں کے پیش نظر غیر ضروری سمجھ کر ترک کر دیا گیا۔

محض حسی پہلو کے فضائل کے بیان سے فکری و نظری مباحث کی صورت میں تعقل پسند طبقے کے اعتراضات کا جواب بھی دیا جاسکتا ہے، اس کے ذریعے آنحضرت ﷺ کی سیرت اور تعلیمات کو نئے سرے سے نئے حالات میں قابل عمل اور نتیجہ خیز بھی ثابت کیا جاسکتا ہے مگر مسلمانوں کے دلوں میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کے عشق و محبت کا چراغ روشن نہیں کیا جاسکتا۔ ان کے سینوں میں آقائے دو جہاں ﷺ کی دیوانہ وار الفت و عقیدت کا وہ طوفان بپا نہیں کیا جاسکتا جس کی قوت سے وہ



کفر و طاغوت کے خلاف ٹکرا جائیں اور ناموس دین مصطفوی ﷺ کی خاطر اس طرح جانوں کے نذرانے پیش کر دیں کہ

”أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ“ کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے آجائے۔

جب غیر مسلم مفکرین نے حضور ﷺ کی شخصیت کے محض ظاہری پہلوؤں کو منفی انداز میں پیش کیا اور مسلم مفکرین نے بھی انہیں ظاہری پہلوؤں کو مثبت انداز میں پیش کر کے آنحضرت ﷺ کے باطنی و روحانی فضائل و کمالات کے بیان کو جدید دور میں غیر ضروری سمجھتے ہوئے ترک کر دیا تو نئی نسل میں دو طرح کے ذہن پیدا ہو گئے۔

### ○ سیکولر ذہن

### ○ مذہبی ذہن

مغربیت زدہ سیکولر ذہن جو فکری تشدد اور نظریاتی تشکیک میں مبتلا ہو کر خود کو روشن خیال مسلمان تصور کر رہا تھا، مستشرقین کے زہریلے پراپیگنڈے کے باعث عشق رسول ﷺ کی دولت سے عاری ہو گیا اور مذہبی ذہن جو مستشرقین کے پراپیگنڈے کے اثر سے کسی نہ کسی طور بچ گیا تھا وہ جدید لٹریچر کے نتیجے میں اسلام اور بانئ اسلام ﷺ سے وابستہ تو رہا لیکن عشق رسول ﷺ کے عقیدے کو فرسودہ، غیر ضروری اور جاہلانہ شخصیت پرستی کے مترادف تصور کرنے لگا۔ اس طرح دونوں طبقات اس دولت لازوال سے تہی دامن ہو کر ایمانی حلاوت اور روحانی کیفیات سے محروم ہو گئے۔ جدید تصورات کی گرفت اس قدر مضبوط اور کامل نہ تھی کہ مسلمانوں کی اسلامیت ظاہر و باطن کے اعتبار سے محفوظ رہتی۔ یوں ہماری قومی و ملی زندگی تباہی و ہلاکت کا شکار ہو گئی۔

اس دور میں احیائے اسلام اور ملت کی نشاۃ ثانیہ کی جس قدر علمی و فکری تحریکیں منصوبہ شہود پر آئی ہیں ان سب کی تعلیمات سے جو تصور مسلمانوں کی نوجوان

نسل کے ذہنوں میں پیدا ہو رہا ہے یہی ہے کہ اسلام کو بحیثیت نظام حیات قبول کر لینا اور حضور ﷺ کی سیرت و تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہی کمال ایمان اور محبت رسول ﷺ ہے۔ اس اتباع کے علاوہ جناب رسالت مآب ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے خاص قسم کا قلبی اور جذباتی لگاؤ جسے والہانہ عشق و محبت سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس کی علامات و احوال سے اہل دل بخوبی واقف ہیں۔ مقصود ایمان ہے نہ تعلیم اسلام، بلکہ یہ جاہلانہ شخصیت پرستی کی ایک صورت ہے جو توحید خالص کے منافی ہے۔

اس لئے اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ اور تعلیماتی سیرت کے بیان سے قبل آپ ﷺ کے کمالات و فضائل اور شمائل کا اجمالی تذکرہ کر لیا جائے تاکہ قاری عشق و محبت سے مملو جذبات کے ساتھ مطالعہ سیرت کا آغاز کر سکے۔

حضور رسالت مآب ﷺ کا ذکر جمیل بالعموم تین صورتوں پر مشتمل ہو سکتا

ہے۔

(۱) بیان فضائل

(۲) بیان شمائل

(۳) بیان خصائل

جب بھی کوئی آنحضرت ﷺ کی ذات ستودہ صفات کا ذکر کرے گا تو وہ لامحالہ انہی تینوں یا ان میں سے کسی ایک جہت سے متعلق ہو گا۔

## ۱۔ بیان فضائل

فضائل سے آنحضرت نبی اکرم ﷺ کے وہ پیغمبرانہ امتیازات اور معجزات و کمالات مراد ہیں جو وقتاً فوقتاً آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے ظاہر ہوتے رہے۔ ان کے ذکر کا مقصد اولین دلوں پر رسول مقبول ﷺ کی عظمت و تکریم کا نقش ثبت کرنا ہے۔ یہ تصور اگر دل میں جاگزیں ہو جائے تو اس سے بذات خود حقانیت اسلام کی بہت بڑی دلیل ہاتھ آتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات عطا کئے جانے کا یہی

بنیادی فلسفہ تھا۔

## ۲۔ بیان شمائل

شمائل کا تعلق حضور ﷺ کی شخصیت مبارکہ کے حسن ظاہر سے ہے۔ اس کے بیان کا مدعا یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ذات والاصفات سے عشق و محبت کے والہانہ جذبات اہل ایمان کے دلوں میں فروغ پائیں۔ یہ فطری بات ہے کہ کسی حسین کے حسن دلیزیر کا تذکرہ کیا جائے تو دل بے اختیار اس کی طرف کھچے چلے آتے ہیں۔ اس مضمون میں ہمارے پیش نظر ذکر رسول اللہ ﷺ کا یہی پہلو ہے۔ کیونکہ محبت رسول ﷺ میں والہانہ پن ہی ایمان کا حقیقی کمال اور اطاعت و اتباع کی صحیح بنیاد ہے۔

## ۳۔ بیان خصائل

خصائل کا بیان حضور ﷺ کی عادات و اطوار اور افعال و اعمال سے متعلق ہے۔ گویا یہ شخصیت مبارکہ کے حسن باطن کا آئینہ دار ہے۔ ان سے آپ کے اسوہ حسنہ کے مطالعہ کا موقع فراہم ہوتا ہے تاکہ اس کی روشنی میں انسان اپنے عمل کی اصلاح اور اخلاق کی تطہیر کر سکے اور اپنی زندگی آنحضور ﷺ کی مقدس تعلیمات کے سانچے میں ڈھال سکے۔ یہ پہلو اطاعت و اتباع کی ترغیب دیتا ہے۔ ہم ذکر رسول ﷺ کا آغاز شمائل کے بیان سے کر رہے ہیں۔ جس میں قرآن حکیم کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتی عظمت و کمال اور شخصی وجاہت و جمال پر روشنی ڈالی جائے گی۔

شمائل نبوی ﷺ بیان کرنے سے پہلے یہ بات ذہن میں مستحضر کر لینا ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ذکر مبارک دو پہلوؤں پر محیط ہے۔

۱۔ تعلیماتی پہلو

۲۔ جمالیاتی پہلو



## ۱۔ تعلیماتی پہلو

اس کا تعلق حضور ﷺ کی عملی زندگی سے ہے جس میں امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت کا سامان ہے تاکہ وہ آپ کی سوانح و سیرت نور اسوہ حسنہ سے روشنی لے کر اپنی عملی زندگی انہی خطوط پر استوار کر سکے جو حضور ﷺ نے اپنے متبعین کی راہنمائی کے لئے چھوڑے ہیں۔ یہ بیان سیرت النبی ﷺ کے زمرے میں آتا ہے جس کا مفصل اور مبسوط تذکرہ انشاء اللہ آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔

## ۲۔ جمالیاتی پہلو

اس پہلو کا موضوع آپ ﷺ کی شخصیت کا حسن ظاہر اور آپ ﷺ کے کمالات و محاسن ہیں جن کے تذکرے سے آپ ﷺ کے ساتھ قلبی لگاؤ اور محبت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ جو ایمان کی اصل اور اساس ہے اس کے تحت ہم اپنا بیان آنحضور ﷺ کے حسن سراپا کے ذکر جمیل سے شروع کر رہے ہیں تاکہ حضور ﷺ کے حسین و جمیل شمائل اور آپ ﷺ کے مختص محاسن و محامد کے تذکرے سے قلوب میں روحانی بہجت و انبساط کی کیفیت پیدا ہو اور حضور ﷺ سے والہانہ عشق و محبت انسان کا مطمح نظر بن جائے۔ جو کہ رضائے الہی کا باعث ہے۔

یہی دو پہلو خود قرآن مجید کے اندر بھی دکھائی دیتے ہیں۔ آیات قرآنی ایک تو بنی نوع انسان کو اصلاح حیات کے لئے ہدایات کا ذخیرہ عطا کرتی ہیں۔ جس سے قرآن کا تعلیماتی پہلو تشکیل پاتا ہے اور یہی آیات اور بعض سُوَر اپنے الفاظ کے صوتی ترنم، معنوی نغمگی، بیان کی سلاست اور نظم کے حسن کی صورت میں قرآن کے جمالیاتی پہلو کو تشکیل دیتی ہیں۔ جس کے باعث سامعین کے دل تلاوت قرآن کے صوتی اثرات سے رقت اور کیف و سرور کی لذت حاصل کرتے ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ پہلوی نغمہ اپنے اندر اوامر و نواہی جیسی قانونی یا اخلاقی

تعلیمات کا مواد تو نہیں رکھتا لیکن اس کی اہمیت و افادیت اور اثر انگیزی سے کوئی بھی صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے اہل علم نے قرآنی عظمت کے اس پہلو پر کافی سیر حاصل تحقیق کی ہے۔ ہم نے بھی بالکل یہی اسلوب شخصیت محمدی ﷺ کے مطالعہ میں اپنایا ہے تاکہ حضور ﷺ سے رشتہ غلامی میں منسلک ہونے والے آپ ﷺ کی شخصیت مقدسہ کے تعلیماتی اور جمالیاتی دونوں پہلوؤں سے آگاہ ہو سکیں۔

## قرآن اور شامل نبوی ﷺ

یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ جب انسان فطری اور طبعی طور پر کسی ہستی کے محاسن اور اوصاف سے آگاہ ہو جاتا ہے اور انہیں پسند کرنے لگتا ہے تو اس کے دل میں اس کی محبت کا پیدا ہو جانا ناگزیر ہو جاتا ہے آنحضرت ﷺ کی ذات جو مجموعہ اوصاف و کمالات ہے، کی محبت جب کسی کے خمیر ذوق میں بدرجہ اتم شامل ہو جاتی ہے تو پھر وہ اٹھتے بیٹھتے بات بات پر کسی نہ کسی بہانے ذکر محبوب ﷺ کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ واضح رہے کہ اس ذکر میں عقلی اور قانونی تعلیم کا کوئی ایسا پہلو مضمحل نہیں ہوتا جس کی پیروی اور تقلید عملی زندگی میں کی جاسکے بلکہ یہ پہلو سراسر جذبہ محبت کی تسکین پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس سے دل کی زمین کی سیرابی بہر طور ہو جاتی ہے۔

سردست ہمارے پیش نظر اس بات کا کھوج لگانا ہے کہ حضور ﷺ کے شامل مبارک کے باب میں جو احادیث کا عظیم ذخیرہ موجود ہے قرآن ان کی تائید میں کیا حکم صادر کرتا ہے۔ کتب احادیث میں محدثین اور علمائے کرام نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے شامل و فضائل پر روشنی ڈالی ہے۔ اب یہ دیکھنا اہل علم کا کام ہے کہ قرآن مجید مختلف مسائل پر تحقیق و تنقح اور ان کی صحت و عدم صحت کے بارے میں کیا حتمی معیار فراہم کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں قرآن کی حیثیت اساسی اور بنیادی ہے۔ بلاشبہ حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ اور شامل و فضائل کے باب میں قرآن سے بڑھ کر زیادہ مستند اور معتبر ذریعہ کوئی نہیں چنانچہ قرآن نے سرور کائنات ﷺ کے سراپا مبارک اور حسن مجسم کا ذکر ایسے بلیغ اور دلاویز انداز سے کیا ہے کہ مشتاقان جمال مصطفوی ﷺ اسے سن کر وجد میں آ جاتے ہیں اور ان کے دل میں عشق و محبت کے ایسے چراغ روشن ہو جاتے ہیں جنہیں حوادث زمانہ کی کوئی آندھی گل نہیں کر سکتی۔

## قرآن اور نور مصطفیٰ ﷺ کا بیان

قرآن حضور اکرم ﷺ کو سراپا نور قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:



قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ  
 (المائدہ، ۵: ۱۵)

بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آچکا اور ایک روشن کتاب۔

یہاں دو نوروں کا ذکر ہے جنہیں خدائے عظیم نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے کائنات میں بھیجا۔ ایک نور مجسم سرور کائنات حضرت محمد ﷺ اور دوسری کتاب الہی جس کے سراپا ہدایت ہونے میں کوئی شک نہیں۔

۱۔ سید المفسرین حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔  
 قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ رَسُوْلٌ يَعْنِي  
 اللہ کی طرف سے تمہاری پاس نور آچکا  
 یعنی رسول اکرم ﷺ جن کا اسم  
 محمدؐ (تفسیر ابن عباس، ۱۷۲) گرامی محمد ہے۔

۲۔ امام ابن جریرؒ اسی بات کو تفصیلاً ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
 یعنی بالنور محمد ﷺ الذی انار  
 اللہ بہ الحق و اظہر بہ الاسلام و  
 معق بہ الشرك فهو نور لمن استنار  
 نور سے مراد ذات مصطفیٰ ﷺ ہے  
 جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو  
 روشن کیا، اسلام کو ظاہر فرمایا اور شرک  
 کو نیست و نابود کیا۔ آپ ﷺ ہر اس  
 چیز کے لئے نور ہیں جو روشنی چاہے۔  
 (تفسیر ابن جریر، ۶: ۹۲)

۳۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نور اور کتاب کے مراد واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
 قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ هُوَ  
 النبی ﷺ و کتاب قرآن  
 (تفسیر جلالین: ۹۷)

اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آچکا  
 یعنی نبی اکرم ﷺ اور ایک کتاب یعنی  
 قرآن۔

۴۔ علامہ محمود آلوسیؒ فرماتے ہیں:  
 قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ اِي عَظِيْمٍ وَ

بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے

پاس ایک نور آچکا جو عظیم ہے اور اس سے مراد نبی مختار کی ذات اقدس ہے جو تمام انوار کا سرچشمہ ہے۔

هو نور الانوار و النبي المختار  
(روح المعانی، ۶: ۹۷)

۵۔ امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں:

نور سے مراد محمد ﷺ اور کتاب سے قرآن مراد ہے۔

المراد بالنور محمد و بالكتاب القرآن

(تفسیر کبیر، ۱۱: ۱۸۹)

بعض مفسرین نے جبائی کے حوالے سے آیت مذکورہ میں واؤ کو تفسیری قرار دیتے ہوئے کہا کہ نور اور کتاب سبب دونوں سے قرآن مراد ہے۔ امام رازی ان کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

نور اور کتاب دونوں سے قرآن ہی مراد لینا ضعیف ہے کیونکہ واؤ عاطفہ کا تقاضا ہے کہ ان دونوں کے درمیان تغایر ہو۔

الثالث النور و الكتاب هو القرآن و هذا ضعيف لان العطف بوجوب المغائيرة بين المعطوف و المعطوف عليه

(تفسیر کبیر، ۱۱: ۱۹۰)

حضرت ملا علی قاری شرح شفاء میں یہ قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

جب نور اور کتاب دونوں سے قرآن مراد لیا جا سکتا ہے تو ان دونوں سے ذات رسول ﷺ بطریق احسن مراد لی جا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں شانیں آپ ﷺ کی ذات اقدس میں کامل طور پر موجود ہیں۔ نور باہیں طور کہ انوار میں کامل ظہور رکھتے ہیں۔ اور

قد يقال في مقابلهم اي مانع من ان يجعل النعتان للرسول ﷺ فانه نور عظيم لكمال ظهوره بين الانوار و كتاب سبب من حيث انه جامع لجميع الاسرار و مظهر للاحكام و الاحوال الاخبار

(شرح الشفاء ملا علی قاری، ۱: ۲۲۰)

کتاب مبین اس اعتبار سے ہیں کہ آپ ﷺ جمع اسرار الہیہ کے جامع احکام شرعیہ کے مبین اور احوال و اخبار پر مطلع فرمانے والے ہیں۔

علامہ آلوسیؒ اسی رائے کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر جبائی کی رائے کے مطابق عطف تفسیری قرار دیا جائے تو پھر نور اور کتاب سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لی جاسکتی ہے کیونکہ بغیر کسی شک و شبہ کے یہ دونوں شانیں آپ ﷺ کی ذات میں موجود ہیں۔

و لا یبعد عندی ان یزاد بالنور و  
الکتاب المبین النبی ﷺ و  
العطف علیہ کالعطف علی ما قالہ  
الجبائی و لا شک فی صحته اطلاق  
کل علیہ الصلوٰۃ والسلام  
(روح المعانی ۶: ۹۷)

### نور مصطفوی ﷺ اور قرآنی تمثیل

حضور ﷺ کے سراپا حسن و جمال کو قرآن نے ایک اور مقام پر تمثیلاً اس طرح بھی بیان کیا ہے:-

اللہ (ہی) آسمان اور زمین کا نور ہے۔  
اس کا نور ایک ایسے طباق جیسا ہے جس  
میں ایک چراغ ہے، وہ چراغ ایک  
فانوس میں ہے۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ  
نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ  
الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ  
(النور، ۲۴: ۲۵)

آیہ کریمہ میں خالق کل نے خود کو آسمانوں اور زمینوں کا نور قرار دیا ہے۔ یہاں قرآن مجید تمثیل کے انداز میں کلام کر رہا ہے اور ”نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ کہہ کر درحقیقت اللہ کا نور ”منور السموات والارض“ ہونا بیان کر رہا ہے۔ کیونکہ وہی ذات اپنی تجلیات حسن و جمال نے کائنات بالا و زیریں کے گوشے گوشے کو منور کئے ہوئے ہے۔



آیت مذکورہ میں مجازاً نور ایزدی کی مثال طاق سے دی گئی ہے جس میں چراغ ہے اور چراغ شیشے کے فانوس میں ضروریز ہے۔

در حقیقت قرآن مجید یہاں استعاراتی زبان کے طور پر نور مصطفوی ﷺ کی نشاندہی کر رہا ہے جس سے آسمانوں اور زمینوں کے شہستان روشن ہیں، جو در حقیقت نور الہی کا مظہر اتم ہے۔

جیسا کہ تفسیر مظہری میں صراحت کے ساتھ روایت ہے:

قال سعید بن جبیر الضحاک هو حضرت سعید بن جبیر اور امام ضحاک

محمد ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت میں نور

سے مراد ذات محمد ﷺ ہے۔ (تفسیر مظہری، ۶: ۵۲۲)

امام خازن اور امام بغوی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب سے اس ضمن میں سوال کیا:

مجھے باری تعالیٰ کے ارشاد مَثَلُ نُورٍ  
اخبِرْنِي عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى مَثَلُ نُورٍ  
گَمَشُكُوَّةٍ  
گَمَشُكُوَّةٍ

سے کیا مراد ہے؟

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

هذا مثل ضربہ اللہ لنبيه ﷺ

فالمشكوة صدره والزعاجه قلبه و

المصباح فيه النبوة تو قد من شجرة

سباركته هي شجرة النبوة

(الخازن، ۵: ۶۵)

سینہ اقدس مراد ہے۔ زجاجہ سے مراد

آپ ﷺ کا قلب اطہر ہے جبکہ

مصباح سے مراد صفت نبوت ہے جو شجر

نبوت سے روشن ہے۔

کعب بن اسبار رضی اللہ عنہ اور ابن جبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آیت بالا میں دوسری

مرتبہ لفظ نور سے مراد حضور ﷺ ہیں۔

قال سبیل بن عبد اللہ المعنی اللہ  
 ہادی السموات و الارض ثم قال  
 مثل نور محمد اذا كان مستودعا فی  
 الاصلاب کمشکوۃ صفتها کذا و  
 اراد بالمصباح قلبہ و الزجاجہ  
 صدرہ ای کانہ کوکب دری لما فیہ  
 من الایمان و الحکمۃ یوقد من  
 شجرۃ مبارکہ ای من نور ابراہیم  
 علیہ السلام و ضرب المثل بالشجرۃ  
 المبارکہ کہ قولہ یکاد زیتہا بضی ای  
 تکاد نبوۃ محمد ﷺ تبین للناس  
 قبل کلامہ کهذا الزيت  
 (الشفاء: ۱۰-۱۱)

حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں  
 کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 زمینوں اور آسمانوں کا ہادی ہے۔ اللہ  
 تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نور محمد ﷺ کی  
 مثال جب کہ آپ ﷺ آباؤ اجداد کی  
 پشتوں میں تھے طاقتور کی طرح ہے جن کا  
 حال یہ ہے۔ مصباح یعنی چراغ سے مراد  
 آپ ﷺ کا قلب اطہر ہے۔ زجاجہ  
 (شیشہ) سے مراد آپ ﷺ کا سینہ انور  
 ہے۔ گویا وہ ایک روشن ستارہ ہے  
 کیونکہ اس میں ایمان اور حکمت ہے  
 اور مبارک درخت سے روشن ہونا  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نور سے  
 روشن کیا جانا ہے اور درخت مبارک کی  
 مثال میں اللہ تعالیٰ کے فرمان **يَكَادُ**  
**زَيْتُهَا** سے مراد یہ ہے کہ عنقریب حضرت  
 محمد ﷺ کی نبوت ان کے کلام سے  
 پہلے ظاہر ہوگی جیسا کہ یہ زیتون۔

**الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ يَقِينَا** حضور ﷺ کا قلب انور ہے۔ جس سے نور  
 سردی کی شعائیں چھن کر گرد و پیش کے ماحول کو روشن کر رہی ہیں۔ یہاں حضور  
 ﷺ کی ذات اقدس کو قرآن نے نور قرار دیا اور خدا کے نور کی نسبت سے اسے نور  
 خدا اور نور حق سے تعبیر کیا ہے۔ مولانا ظفر علی خان نے اسی حقیقت کی طرف اپنے شعر  
 میں یوں اشارہ کیا ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن  
 پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا  
 متذکرہ بالا آیت مبارکہ مثل نورہ کی شرح و تفسیر جو ہم نے اوپر بیان کی ہے  
 حضرت کعب، عبد اللہ بن زبیر، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی  
 اللہ عنہم اور کئی دیگر اکابر صحابہ و تابعین کے فرمودات پر مبنی ہے۔ حضرت ابن عباس  
 رضی اللہ عنہما وہ برگزیدہ اور نامور صحابی ہیں جنہیں ان کی بصیرت علمی اور قرآن فہمی کی بنا پر  
 خود آنحضرت ﷺ نے ترجمان القرآن کا لقب عطا فرمایا۔ آپ ﷺ کے حق میں  
 یہ ارشاد بھی منقول ہے:

یہ میری امت کے سب سے بڑے عالم  
 نہ کان حبر هذه الامۃ  
 ہیں۔

## سراج منیر کا قرآنی استعارہ

قرآن کریم میں رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ سے خطاب فرماتے  
 ہوئے آپ ﷺ کے حسن و جمال اور روشن چراغ سے بھی تشبیہ دی ہے۔ ارشاد ہوتا  
 ہے:

لَا آتِيهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ  
 مُبَشِّرًا وَّ نَذِيرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهِ  
 وَّ سِرَاجًا مُّنِيرًا  
 (الاحزاب، ۳۳: ۳۵-۳۶)

اے نبی! ہم نے آپ ﷺ کو گواہ (بنا  
 کر) اور خوشخبری سنانے والا اور نصیحت  
 کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور (آپ کو)  
 اللہ کے اذن سے اللہ کی طرف بلانے  
 والا اور ایک روشن چراغ (بنا کر بھیجا

ہے)

حضور ﷺ کے حسن سراپا کو سراج منیر قرار دینا ایک قرآنی استعارہ ہے۔  
 ”سراج“ لغت میں آفتاب یا چراغ کو کہتے ہیں اور منیر اسے کہتے ہیں جو دوسروں کو  
 روشن کر دے۔



اس طرح ذاتِ مصطفویٰ ﷺ کا وجود ایسے چراغ کی مانند ہے جو ہمہ وقت صرف خود ہی روشن نہیں بلکہ چاروں طرف روشنی بانٹ بھی رہا ہے اور نہ صرف خود نور ہے بلکہ ظلمت کدہ عالم کو بھی بقعہ نور بنا رہا ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ لفظ سراج کے استعمال کے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال فی حق النبی علیہ السلام سراجا  
و لم یقل انه شمس مع انه اضاء  
من السراج لفوائد منها ان الشمس  
نورها لا یؤخذ منه شی و السراج  
یؤخذ منه انوار کثیرة

(تفسیر الکبیر، ۲۵: ۲۱۷)

آیت مذکورہ میں آپ ﷺ کو چراغ فرمایا گیا شمس نہ فرمایا حالانکہ سورج کی روشنی زیادہ ہوتی ہے اس کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ شمس کا نور اخذ نہیں کیا جاسکتا بخلاف چراغ کے کیونکہ اس سے انوار کثیرہ حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ روشنی میں سراج کامل ہیں  
آپ ﷺ کو صفت وہاج (جلانے والا)  
کے ساتھ متصف نہیں کیا گیا بلکہ منیر  
فرمایا کیونکہ منیر اسے کہا جاتا ہے جو اشیاء  
روشن کرے مگر جلانے نہیں بخلاف  
وہاج کے کیونکہ وہ روشنی کے ساتھ  
ساتھ حرارت بھی دیتا ہے۔

فهو السراج الكامل فی الاضاء و  
لم یوصف بالوہاج کاشمس لان  
المنیر هو الذی ینیر من غیر احراق  
بخلاف الوہاج

(المواہب اللدنیہ، ۳: ۱۷۱)

محدث ابن جوزیؒ فرماتے ہیں:

آپ ﷺ ہماری ہستی کے لئے چراغ  
ہیں اور بقاء کے لئے منیر ہیں۔

سراجا لکوننا و منیرا علی وجودنا  
(المیلاد النبوی، ۹)

یعنی آپ ﷺ کے نور کی برکت سے کائنات کو ظہور نصیب ہوا اور یہ کائنات اپنی بقاء میں بھی آپ ﷺ ہی کی روشنی کی محتاج ہے۔

چشم ہستی صفت دیدہ اعلیٰ ہوتی

دیدہ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا

(باقیات اقبال)

حقیقت یہی ہے کہ آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے توحید و رسالت کی وہ شمع فروزاں ہوئی جس کے نور سے جمالت اور کفر و شرک کے اندھیرے مٹ گئے۔ جہاں تیرہ میں ہر سو اجالا ہو گیا اور دلوں کے ظلمت کدے آپ ﷺ کی رانیت سے منور ہو گئے۔

پور مصطفوی ﷺ کے بارے میں حضرت حلیمہؓ کے تاثرات

مشہور محدث امام ابن جوزیؒ نقل کرتے ہیں کہ سیدہ حلیمہ سعدیہؓ فرمایا کرتی تھیں۔

اذا ارضعتہ فی المنزل استغنی بہ من المصباح  
جن دنوں میں رسول خدا ﷺ کو دودھ پلایا کرتی ان دنوں مجھے گھر میں چراغ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

چنانچہ ایک دن مجھ سے حضرت خولہؓ نے پوچھا کہ کیا تم گھر میں رات کو آگ جلائے رکھتی ہو جس سے تمہارے گھر میں روشنی رہتی ہے میں نے جواباً کہا۔

لا واللہ او قد نار او لکنہ نور محمد  
خدا کی قسم آگ نہیں جلاتی بلکہ یہ روشنی نور مجسم ﷺ کے نور کی

ہے۔

(میلاد النبی: ۵۴)

یہی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ شامل محمدیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت

حلیمہ سعدیہؓ سے مروی ہے۔

ما کنا نحتاج الی السراج ہوم جس دن سے ہم آپ ﷺ کو اپنے گھر

اخذناه لان نور وجهه كان انور من  
السراج فاذا احتجنا الى السراج في  
فكان جنابہ فتورت الامكنہ ببركتہ

ﷺ

(تفسیر مظہری ۶: ۵۲۸)

لائے اس دن سے ہمیں گھر میں چراغ  
جلانے کی حاجت نہ رہی۔ کیونکہ آپ  
ﷺ کے چہرہ اقدس کا نور چراغ سے  
زیادہ منور تھا۔ جب کبھی ہمیں کسی جگہ  
چراغ کی ضرورت ہوتی ہم آپ  
ﷺ کو اٹھا کر وہاں لے جاتے آپ  
ﷺ کی برکت سے تمام جگہ روشن ہو جاتی۔

امام ابن سبع سے منقول ہے۔

كان النبي ﷺ بضئى البیت  
المظلم من نورہ

(مطالع المسرات: ۳۹۳)

جس دن آپ  
ﷺ مدینہ طیبہ تشریف  
لائے تو آپ  
ﷺ کی برکت سے تمام  
شہر کی ہر شے روشن ہو گئی۔

### نور انیت مصطفوی ﷺ کا ایک اور اعجاز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

ایک اندھیری رات وہ بستر پر تھیں۔ ان  
کے ہاتھ سے سوئی زمین پر گر گئی (وہ  
تلاش کر رہی تھیں) کہ اچانک  
رسالتاب  
ﷺ کے چہرہ مبارک سے  
نور کی شعاعیں نکلنا شروع ہو گئیں۔  
آپ  
ﷺ کی پیشانی کے نور کی وجہ  
سے مجھے گم شدہ سوئی مل گئی۔

انہا كانت مع رسول اللہ ﷺ  
على فراشه في ليلة مظلمه فسقط من  
يدها ابرة الى الارض فكشفت عن  
وجه رسول اللہ ﷺ فوجدتها  
بنور جبينه فرفعتها

(جو ابر البحار ۳: ۲۲۶)

ابن عساکر میں روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں:

فتبينت الابرة من شعاع نور وجهه  
ﷺ (ابن عساکر، ۱: ۳۲۵)

آپ  
ﷺ کے چہرہ اقدس کی چمک کی  
وجہ سے میں نے سوئی کو پالیا۔

## نور مجسم کی شان تنویر

ایک بار حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں دو صحابی دور دراز کی مسافت طے کر کے حاضر ہوئے۔ انہیں باتوں باتوں میں دیر ہو گئی جب انہوں نے حضور ﷺ سے واپس جانے کی رخصت چاہی تو رات ہو گئی تھی۔ تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ بھی بھائی نہیں دیتا تھا۔ ان کے پاس ایک عصاء کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ اس شش و پنج میں مبتلا تھے کہ اتنا لمبا سفر ہے اندھیرے میں واپس گھر کیسے پہنچیں گے، حضور ﷺ نے ان کی مشکل کو بھانپ لیا اور از روئے شفقت ان کے عصا کو اپنے دست اقدس میں لے لیا۔ ایسا کرنے کی دیر تھی کہ وہ عصاء مشعل کی طرح چمکنے لگا۔ جس کی روشنی میں وہ خیر و عافیت کے ساتھ اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ان اسید بن حضیر و عباد بن بشر  
رضی اللہ عنہما تحدنا عند النبی  
ﷺ فی حاجہ لہما حتی ذهب  
من اللیل ساعة فی لیلہ شدیدة  
الظلمہ ثم خرجا من عند رسول اللہ  
ﷺ بنقلبان و ید کل واحد  
منہما عصیہ فاضاءت عصا احدہما  
حتى مشیا لی ضوءا حتی اذا  
الترفت بہما الطریق اضاءت للاخر  
عصاء لشمسی کل واحد منہما لی  
ضوء عصا حتی بلغ اہلہ  
(مشکوٰۃ المصابیح: ۵۴۴)

اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما  
کو آپ ﷺ کی بارگاہ میں بعض  
معاملات میں گفتگو کرتے ہوئے دیر ہو  
گئی۔ رات سخت اندھیری تھی جب  
دونوں گھر کو روانہ ہوئے تو ان کے  
ہاتھوں میں جو عصاء تھے ان میں سے  
ایک کا عصاء روشن ہو گیا جس کی روشنی  
میں فاصلہ طے کیا۔ حتی کہ وہ مقام آ گیا  
جہاں ان دونوں نے جدا ہونا تھا۔ جب  
راستے الگ الگ ہونے لگے تو دوسرے  
کا عصاء بھی روشن ہو گیا لہذا ہر ایک  
اپنے اپنے عصا کی روشنی سے اپنے اہل  
و عیال تک پہنچ گیا۔



صاحب شفاء اور زر قانی نے اس موضوع کے تحت درج ذیل حدیث بھی نقل فرمائی ہے جس میں یہ ذکر آیا ہے کہ:

”حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بن نعمان ایک اندھیری رات میں جب کہ بارش ہو رہی تھی حضور اکرم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی“  
حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

و قال انطلق به فانه ليضئ لك من  
بين يديك عشرة فاذا دخلت بيتك  
نستري سوادا فضر به حتى يخرج  
فانه الشيطان فانطلق فاضاء له  
العرجون حتى دخل بيته و وجد  
السواد فضر به حتى خرج

اور فرمایا اس کو لے جاؤ۔ یہ تمہارے  
لئے دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ پیچھے  
روشنی کرے گی اور جب تم گھر میں  
داخل ہو گے تو ایک سانپ دیکھو گے  
اس کو اتنا مارنا کہ وہ نکل جائے کیونکہ وہ  
شیطان ہے۔ پھر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وہاں  
سے چلے اور حضور اکرم ﷺ کی دی  
ہوئے شاخ ان کے لئے روشن ہو گئی۔  
حتی کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔  
اندر جاتے ہی انہوں نے سانپ کو پایا  
اور اتنا مارا کہ وہ نکل گیا۔

یہ حضور ﷺ کے سراج منیر ہونے کے ادنیٰ مظاہر تھے۔ حقیقت تو یہ ہے  
کہ آپ ﷺ اپنی ذات میں سرتاپا پیکر نور ہیں اور جہاں جہاں آپ ﷺ کی روح  
اقدس متوجہ ہوتی ہے، آفتاب رسالت ﷺ کی ضیا پاشیوں سے اندھیرے اجالوں میں  
بدن جاتے ہیں اور عالم تیرہ قام بقعہ نور بن جاتا ہے۔

آیت والنجم میں نور مجسم کا بیان

سورہ النجم میں اللہ رب العزت نے حضور اکرم ﷺ کی روشن ستارہ کہہ کر  
قسم کھائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

قسم ہے روشن ستارے کی جب وہ اترتا

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ

(النجم، ۵۳:۱)

یہاں النجم سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات نورانی ہے۔

علامہ آلوسی "حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

النجم سے ذات مصطفوی ﷺ اور

و قال جعفر الصادق رضی اللہ عنہ

ہوی سے آپ ﷺ کا معراج سے

"النجم" هو النبی صلی اللہ علیہ وسلم و هو

واپس تشریف لانا مراد ہے۔

نزولہ من السماء لیلۃ المعراج

(روح المعانی، ۲۷:۴۵)

ہوی کا معنی چونکہ نزول کے علاوہ عروج و صعود بھی ہے۔ لہذا علامہ آلوسی

فرماتے ہیں:

النجم سے آپ ﷺ کی ذات اقدس

جوز علی هذا ان براد بہو بہ، صعودہ

اور ہوی سے آپ ﷺ کا لامکاں تک

و عروجہ علیہ الصلوٰۃ و السلام

تشریف لے جانا مراد ہے۔

الی منقطع الاین

(روح المعانی، ۲۷:۴۵)

یعنی لفظ ہوی میں آپ ﷺ کے جانے اور آنے دونوں کی قسم اٹھائی گئی

ہے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی "اپنے ذوق کے مطابق امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے قول

پر دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر النجم سے آپ ﷺ کی ذات

ان ارید بالنجم محمد صلی اللہ علیہ وسلم و

اقدس اور ہوی سے آپ ﷺ کا

بہو بہ، نزولہ من السماء لیلۃ

معراج سے واپس تشریف لانا مراد ہو

المعراج فلاشک ان نزول محمد

(جس طرح امام جعفر رضی اللہ عنہ کا قول ہے) تو

بعد عروجہ لہدایہ الخلق نعمہ

اس قسم کے کھانے کی وجہ یہ ہے کہ

جلیلہ من اللہ تعالیٰ لانظیر لہا

آپ ﷺ کا اتنے عروج کے بعد

(تفسیر مظہری، ۹:۱۰۳)

ہدایت خلق کے لئے واپس تشریف لانا  
اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت جلیلہ ہے جس کی  
کوئی مثال نہیں ملتی۔

یہ بھی مروی ہے کہ نجم سے مراد قلب محمد ﷺ ہے۔ (الشفاء، ۱: ۲۳)

یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ آیہ کریمہ

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ  
مَا الطَّارِقُ ۝ النُّجُومُ الثَّاقِبُ  
(الطارق، ۸۶: ۱-۳)

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات  
کو نمودار ہونے والی ہے اور آپ کو کیا  
معلوم یہ رات کو آنے والی کیا چیز ہے۔  
ایک چمکتا ہوا تارہ ہے۔

اس میں بھی النجم سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ (الشفاء، ۱: ۲۳)

وَالْفَجْرِ ۝ وَالْيَالِ عَشْرِ ۝ تفسیر میں امام ابن عطا فرماتے ہیں:

الفجر محمد ﷺ لان منه تفجر  
الایمان  
الفجر سے مراد محمد ﷺ ہیں کیونکہ آپ  
ﷺ سے ہی ایمان چشمے پھوٹتے ہیں۔

(الشفاء، ۱: ۲۲)

ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مختلف انداز میں کبھی تمثیل و تشبیہ سے کبھی رموز  
اشارہ سے کبھی کنایہ و مجاز سے اور کبھی صراحت و وضاحت سے حضور ﷺ کے حسن  
سراپا اور نور مجسم کا ذکر کرتا ہے تاکہ آپ ﷺ کی شخصی عظمت کا پہلو خوب اجاگر  
ہو۔ اس انداز کو اختیار کر کے قرآن مجید نے عقلی اور تعلیماتی پہلو کی بجائے جناب  
رسالت ﷺ کے جمالیاتی پہلو کو خوب نمایاں کیا ہے۔ منشاء و مقصود اس کا یہ ہے کہ  
آپ ﷺ کے حسن و جمال کے تذکرے سے اہل ایمان کے دلوں میں حضور ﷺ  
کے لئے عشق و محبت کا داعیہ پیدا ہوتا ہے کہ محبوب کی تقلید و اتباع سے مشام جاں  
لذت و حلاوت کی چاشنی محسوس کرنے لگے۔

## اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی ہے

قرآن مجید میں خدائے ارض و سما نے اپنے حبیب ﷺ کی پوری زندگی کی قسم کھائی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ  
(الحجر، ۱۵: ۷۲)

اے محبوب! تمہاری زندگی کی قسم یہ اپنی  
(طاقت کے) نشے میں بھٹک رہے ہیں۔

قاضی ابوبکر بن العربیؒ فرماتے ہیں:

قال المفسرون باجمعهم اقسام اللہ  
ہنا بحیاء محمد ﷺ تشریفالہ  
(الاحکام لابن عربی، ۳: ۱۱۳۰)

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ شرف  
رفع کے پیش نظر اللہ رب العزت نے  
اس آیت مبارکہ میں آپ ﷺ کی  
پوری زندگی کی قسم کھائی ہے۔

زبور، تورات، انجیل اور دیگر آسمانی نوشتوں میں کوئی حوالہ ایسا نہیں ملتا جس  
سے یہ ظاہر ہو کہ پروردگار عالم نے کبھی کسی اور نبی کی پوری زندگی کی یوں قسم کھائی۔  
یہ مفرد شرف و فضیلت صرف حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو حاصل ہے کہ آپ  
ﷺ کی پوری زندگی کو محل قسم قرار دیا جا رہا ہے۔

بے شک یہ عظمت بلا شرکت غیرے حضور ﷺ کے حصے میں آئی ہے۔

اس ضمن میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

ما خلق اللہ و ما ذرا و لا برا نفسا  
اکرم علیہ من محمد و ما سمعت اللہ  
اقسم بحیاء احد غیرہ  
(احکام القرآن لابن عربی، ۳: ۱۱۳۰)

اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو حضور ﷺ  
سے بڑھ کر اپنی بارگاہ میں مکرم پیدا نہیں  
کیا اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے  
آپ ﷺ کے سوا کسی اور کی زندگی  
کی قسم کھائی ہو۔



امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

هذا نهايه التعظيم و غايه البر و : الله تعالى کا حضور ﷺ کی پوری  
التشريف  
زندگی کی قسم اٹھانا تعظیم و تکریم کی انتہا  
(احکام القرآن للقرطبی، ۱۰: ۳۹) ہے۔

یہاں یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ خدا کی ذات اپنے محبوب کی صرف مابعد بعثت  
زندگی ہی کی قسم نہیں کھاتی بلکہ بعثت سے پہلے اور بعد آپ ﷺ کی جملہ تریسٹھ سالہ  
زندگی کی قسم کھائی گئی ہے۔

حضور ﷺ سے ارشاد فرمایا جانا کہ ”تیری ساری زندگی کی قسم“ درحقیقت  
آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کو ہر عیب سے منزہ قرار دینے کے مترادف ہے۔  
مزید فرمایا گیا کہ جو بد بخت آپ ﷺ کو ساحر و مجنون جیسے نازیبا الفاظ سے  
پکارتے ہیں خود گمراہی و ضلالت کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں یہاں و اشکاف لفظوں میں  
یہ حقیقت بیان کر دی گئی ہے کہ آنحضور ﷺ کی ساری زندگی کی طہارت و عصمت  
اس قابل ہے کہ خود رب ذوالجلال نے اس کی قسم کھائی اس میں اعلان نبوت سے قبل  
بسر ہونے والی زندگی کی عصمت بھی واضح شہادت میسر آگئی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اسی  
دور حیات کو دعوی رسالت کی حقانیت کے لئے بطور دلیل پیش کیا گیا ہے قرآن مجید میں  
مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی زبان اقدس سے مخالفین اسلام کو چیلنج فرمایا:  
فَقَدْ كَبَّتْ رِيفِكُمْ عُمَرًا مِنْ قَبْلِهِ  
پھر میں تو ایک عمر اس سے قبل تم میں رہ  
أَفَلَا تَعْقِلُونَ  
چکا ہوں کیا تم نہیں سمجھتے۔  
(یونس، ۱۰: ۱۶)

اعلان رسالت سے قبل حضور ﷺ کی زندگی کھلی کتاب کی طرح کفار  
و مشرکین کے سامنے تھی زندگی کے ان چالیس برسوں کی ہر ساعت ان میں گزری۔  
انہیں و اشکاف لفظوں میں متوجہ کیا جا رہا ہے کہ اگر اس طویل عرصہ میں انہیں کوئی  
عیب، سقم، نقص، کمزوری اور خامی نظر نہیں آئی تو کیا یہ اس بات کا بین ثبوت نہیں ہے

کہ حضور ﷺ کا پیغام توحید و رسالت حق و راستی پر مبنی ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ اسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا جائے اور اس پر ایمان لایا جائے۔ باری تعالیٰ کا حضور ﷺ کی حیات طیبہ کی قسم کھانا بے شک شامل نبوی کا حصہ ہے جس میں لوگوں کے دلوں اور لمبعتوں کو اس حسن سراپا کی طرف محبت سے مائل ہونے کی ترغیب دی گئی ہے اور یہی ہمارا موضوع کلام ہے۔

جس شے کو حضور ﷺ سے نسبت ہے وہ بھی اللہ کے ہاں لائق قسم ہے

ذات خداوندی کو اپنے محبوب سے اس قدر محبت ہے کہ ہر وہ چیز جسے حضور ﷺ سے نسبت ہو جاتی ہے وہ بھی اللہ کے ہاں قدر و منزلت کے باعث لائق قسم ہو جاتی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَالِدٌ وَمَا وُلَّدَ  
اور قسم ہے باپ کی اور اس کی اولاد کی۔  
(البلد، ۹۰:۳)

یہاں والد کے لفظ کا اطلاق حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے آباؤ اجداد میں سے کسی بھی پاک صلب پر کیا جاسکتا ہے جس میں نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم متمکن رہا۔ آیہ کریمہ میں والد کے نام کا ذکر نہ کرنے میں یہ حکمت مضمحل ہے کہ ہر والد کی نسبت مولود سے ہوتی ہے جب تک اولاد نہ ہو والدیت متحقق نہیں ہوتی اس لئے قرآن مجید نے والد کے ذکر کے فوراً بعد ”وَمَا وُلَّدَ“ کہہ کر اس عظیم المرتبت مولود کی قسم کھائی ہے جس کا تقدس اس کے آباؤ اجداد کے لئے ایسے شرف و اعزاز کا باعث بنا کہ خود پروردگار عالم ان کی بھی قسم کھا رہا ہے اس قسم میں والد کا عموم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ فیضان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک سب آباء لائق قسم ہو گئے ہیں۔

خوش تر آن شہرے کہ آنجاد لبر است

خدائے ذوالجلال نے قرآن مجید میں اس شہر کی بھی قسم کھائی ہے جس کی

خاک کو حضور ﷺ کے مبارک پاؤں کے تلووں کو چھونے کا شرف حاصل ہوا ارشاد ہوتا ہے۔

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝  
(البلد، ۹۰: ۲۱)

میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں اور آپ ﷺ اسی شہر میں رہتے ہیں۔

ذات خداوندی شہر محبوب کی قسم اس لئے کھا رہی ہے کہ وہاں اس کے مبارک قدم لگے ہیں۔ جس طرح ہر مکان کی عزت اس کے مکین کے دم سے ہوتی ہے اس طرح شہر مکہ کو یہ عظمت و رفعت اس لئے نصیب ہوئی کہ وہاں حبیب رب دو جہاں ﷺ اقامت پذیر ہوئے۔

امام خازن فرماتے ہیں:

فكانه عظم حرمة مكة من اجل انه  
مقیم بها (تفسیر الخازن، ۷: ۲۰۷)

پس اللہ تعالیٰ نے مکہ کی عزت و حرمت اس لئے بڑھادی ہے کہ اس میں حضور ﷺ مقیم ہیں۔

قرآن مجید میں حضور ﷺ کے شہر جاں نواز اور اس کے گلی کوچوں کی قسم کا کھایا جانا کوئی شاعری نہیں جسے مبالغہ آرائی پر محمول کیا جاسکے بلکہ کلام الہی ہے اور اسی کی تعلیم قرآن کے ذریعے بندوں کو دی جا رہی ہے۔

لَا أُقْسِمُ کے کئی معانی ہیں جو علماء تفسیر نے بیان کئے ہیں انہیں اختصار کے ساتھ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

### لَا أُقْسِمُ کی پہلی تفسیر

”لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ“ کا ایک معنی یہ ہے کہ محبوب ﷺ میں قسم نہیں کھاتا مگر اس شہر کی اور صرف اس لئے کھاتا ہوں کہ اس میں تو مقیم ہے اس مفہوم کی بنیاد اس تفسیری اصول پر ہے کہ ”لا“ زائدہ ہے اور اس کا مفاد یہ ہے کہ اولاً قسم کھانے والا، قسم کھانے سے اپنی بے نیازی کا اظہار کر رہا ہے یعنی اسے کیا ضرورت ہے کہ قسم کھائے تاکہ جب قسم سے مستغنی ہونے کے باوجود وہ قسم

کھائے تو اس قسم کی اہمیت مزید اجاگر ہو جائے اس لئے اس کا فائدہ تاکید قسم کا بھی ہے لہذا "لا" زائدہ سے یہ حقیقت مترشح ہو رہی ہے کہ جب باری تعالیٰ قسم نہیں کھایا کرتا اور وہ یقیناً قسم کھانے سے مستغنی بھی ہے اس کے باوجود وہ اس شرک کی قسم کھا رہا ہے تو لامحالہ کوئی اتنی بڑی بات ضرور ہوگی۔

بادی النظر میں یہ شہر بھی دوسرے شہروں کی طرح سنگ و خشت سے ہی تعمیر کیا گیا ہے مگر اے محبوب ﷺ تیرے وہاں سکونت اختیار کرنے سے اسے وہ عظمت، تقدس اور محبوبیت نصیب ہو گئی ہے کہ وہ میرے نزدیک بھی قسم کھائے جانے کے لائق ہو گیا ہے۔

متعدد کتب سے ثابت ہے کہ حرم مکہ میں بے شمار انبیا علیہم السلام مدفون ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ انبیاء دور دراز علاقوں سے ہزار ہا میلوں کی مسافتیں طے کر کے مکہ میں محض اس لئے آئے ہوں گے کہ ان کا مدفن اس زمین پر بنے جسے نبی آخر الزماں کی جائے ولادت اور مسکن ہونے کا شرف حاصل ہونے والا تھا اور انہیں یہ اطلاع بلاشک و شبہ سابقہ آسمانی کتب اور صحائف سے ملی ہوگی کیونکہ پہلی کتابوں میں حضور ﷺ کی ولادت اور جائے ولادت کے تذکرے موجود تھے۔ ان معروضات سے صرف اسی قدر وضاحت مقصود تھی کہ بے شک شرک کی عظمت میں کعبہ معظمہ، انبیاء کرام علیہ السلام کے مقدس مقابر، مقام ابراہیم، مطاف، حجر اسود، صفا و مروہ اور آب زمزم وغیرہ سب کو دخل ہے لیکن ان چیزوں نے شرک کو اللہ تعالیٰ کی قسم کے لائق نہیں بنایا "لا" کے ذریعے یہی واضح کیا گیا ہے کہ ان تمام نسبتوں کے باوجود میں قسم نہیں کھاتا بلکہ ان سب سے قطع نظر میں اس شرک کی قسم صرف اسی لئے کھا رہا ہوں کہ اے محبوب ﷺ اسے تیرے قدموں سے نسبت ہو گئی ہے جس کے مقابلے میں باقی سب نسبتیں ماند پڑ گئی ہیں گویا یہ سب کچھ مکہ میں موجود سہی مگر میں پھر بھی اس شرک کی قسم نہیں کھاتا بلکہ محض اس لئے قسم کھاتا ہوں کہ تو یہاں مقیم ہے۔



## لَا أُقْسِمُ كِي دوسری تفسیر

دوسری تفسیر کی رو سے آیہ مبارکہ میں ”لا“ استفہام انکاری کا ہے جبکہ واوِ حالیہ ہے بنا بریں لَا أُقْسِمُ کا مفہوم ہوا کہ ”اے محبوب ﷺ میں اس شہر کی قسم نہ کھاؤں حالانکہ تو بھی اس میں مقیم ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس اسلوب کلام میں ایک شان استعجاب پائی جاتی ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ تو اس شہر میں مقیم ہو اور میں پھر بھی یہاں کی قسم نہ کھاؤں نہیں نہیں میں تو یہاں کی گرد کے ذرات کی بھی قسم کھاؤں گا۔

## لَا أُقْسِمُ كِي تیسری تفسیر

”حل“ اور ”حلول“ میں آزادی سے گھومنے پھرنے کا معنی پایا جاتا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ میں اس شہر کی قسم اس وقت کھاتا ہوں جب تو اس کی گلیوں میں خرام ناز کرتا ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

اقسم اللہ سبحانہ بکہ مقیدا بحلولہ  
 اظہار المزید لفضائلہا  
 (المظہری ۱۰: ۲۶۴)  
 یہ جملہ مقسم بہ کے ساتھ بطور حال واقع ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کی قسم حضور ﷺ کے چلنے پھرنے کی حالت اور شرط کے ساتھ کھائی ہے۔

ایک اور مقام پر قرآن مجید اس شہر دل نواز کی قسم یوں کھاتا ہے۔

وَ هَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ  
 اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قسم  
 (التین ۹۵: ۳)

شہر کی بات تو الگ رہی ذات حق ان حجروں کا ذکر بھی کمال شان محبت سے کرتی ہے جن میں اس کا محبوب اقامت پذیر ہے۔ قرآن مجید نے ان نا سمجھ لوگوں کو جو اپنے کام سے آتے اور حضور ﷺ کو حجروں سے باہر آوازیں دے کر آپ ﷺ کے آرام میں مغل ہوتے، آداب بارگہ نبوت سکھانے کے لئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ  
 بے شک جو لوگ آپ ﷺ کو حجروں

الْحُجْرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ  
(الحجرات، ۳۹:۴)

کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر  
نا سمجھ ہیں۔

حضور ﷺ اخلاق حسنہ کے جس مقام پر تھے اس کے باعث آپ ﷺ ان لوگوں سے بھی درگزر، تحمل اور بردباری سے پیش آتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ طرز عمل جو اس کے حبیب ﷺ کے لئے سوائے ادب اور بے آرا می کا باعث تھا کب گوارا ہو سکتا تھا لہذا واشکاف الفاظ میں تنبیہ کر دی گئی۔

قرآن میں کسی مقام پر حضور ﷺ کو محض نام لے کر نہیں پکارا گیا

یہ بات بطور خاص قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید میں کسی بھی مقام پر آنحضور ﷺ کو نام لے کر نہیں پکارا گیا جب کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو ان کے ناموں سے پکارا جاتا رہا مثلاً

۱۔ يَا أَدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ  
(البقرہ، ۲:۳۳)

اے آدم! اب تم انہیں ان (چیزوں)  
کے نام بتلاؤ۔

۲۔ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا  
(ہود، ۱۱:۴۸)

اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی کے  
ساتھ اترو۔

۳۔ يَا ذَكَرْنَا إِنَّا نَبِئُكَ بِغُلَامٍ  
(مریم، ۱۹:۷)

اے ذکریا! ہم تم کو ایک لڑکے کی  
بشارت دیتے ہیں۔

۴۔ يَا عِيسَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ  
(مریم، ۱۹:۱۲)

اے عیسیٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑے  
رہو۔

۵۔ يَا مُوسَى إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى  
النَّاسِ بِرِسَالَتِي وَبِكَلَامِي  
(الاعراف، ۷:۱۴۳)

اے موسیٰ! میں نے تم کو لوگوں میں اپنی  
پیغامبری اور ہم کلامی سے امتیاز بخشا۔

۶۔ يَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ كُنْ تَوَّابًا  
(آل عمران، ۳:۵۵)

اے عیسیٰ! میں تم کو پوری عمر تک  
پہنچاؤں گا۔



مگر یہ کیفیت صرف اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب حضور ﷺ کی ذات نورہ سے والہانہ محبت اور عشق کمال درجے کا ہو اور یہ مقصود بیان شامل سے حاصل تا ہے۔

## مرہ انور اور گیسوئے عنبریں کی قسم

قرآن کے صفحات حضور ﷺ کے جسد اطہر کے اعضاء مبارکہ یعنی چہرہ نور، گیسوئے مبارک اور چشمان مقدس کے ذکر تک سے معمور ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی نَا وَدَعَاکَ بِکَ وَ نَا قَلْبِیْ  
 الضحیٰ، ۹۳: ۱-۳

قسم ہے دن چڑھے (یعنی عروج سرکار دو عالم کی) اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے نہ آپ کے رب نے آپ ﷺ کو چھوڑا نہ آپ سے ناراض ہوا۔

یہاں تشبیہ کے پیرائے میں چاشت کی طرح چمکتے ہوئے چہرہ زیبا کا ذکر والضحیٰ کہہ کر اور آپ ﷺ کے شانوں کو سیاہ رات کی طرح چھائی ہوئی زلفوں کا ذکر واللیل کہہ کر کیا گیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اسی آیت کے تحت اکابر مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہوئے تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔

بعضے از مفسرین چنین گفتہ اند کہ مراد از ضحیٰ روز ولادت پیغمبر است و مراد از لیل شب معراج است و بعضے گویند کہ مراد از ضحیٰ روئے پیغمبر است و از لیل موئے او کہ در سیاہی بچو شب است و بعضے گویند کہ مراد از ضحیٰ نور علمی است کہ آنجناب را دادہ بودند و سبب آن پردہ نشیناں عالم غیب متجلی و منکشف گشتہ و مراد از شب خلق عفو است کہ عیوب امت پوشیدہ و بعضے گویند کہ مراد از روز علانیہ آنحضرت ﷺ است یعنی احوال ظاہرہ آنجناب ﷺ است کہ خلق براں مطلع شد و مراد از شب سر آنجناب یعنی احوال باطن او کہ غیر از علام العیوب کے براں مطلع نیست (تفسیر عزیزی، عم، ۲۱۷)



بعض مفسرین نے کہا کہ ضحیٰ سے حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن اور لیل سے شب معراج مراد ہے اور بعض نے فرمایا کہ ضحیٰ سے آپ ﷺ کا رخ زلف اور لیل سے زلف عنبریں مراد ہے بعض کی رائے یہ ہے کہ ضحیٰ سے مراد وہ نور علم جس کے سبب سے عالم غیب کے مخفی اسرار در موز بے نقاب ہوئے اور لیل سے مراد آپ ﷺ کا عفو و درگزر ہے جس نے امت کے عیبوں کو چھپا رکھا ہے بعض بزرگوں کا ارشاد یہ ہے کہ ضحیٰ سے حضور ﷺ کے ظاہری احوال مراد ہیں جن سے مخلوق آگاہ ہے اور لیل سے مراد آپ ﷺ کے احوال باطن ہیں جن کو سوائے اللہ رب العزت کے کوئی نہیں جانتا۔

یہ نکتہ قابل غور ہے کہ حضور ﷺ کے روشن چہرے کی قسم والضحیٰ کہہ کر چاشت کے وقت کی نسبت سے کیوں کھائی گئی ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ وقت گو سب سے زیادہ روشن ہوتا ہے لیکن اس میں تپش کی شدت اور حرارت کی حدت زیادہ نہیں ہوتی۔ گویا والضحیٰ کی نسبت سے حضور ﷺ کا چہرہ انور سراج منیر کی طرح روشن ہے لیکن مشتاقان جمال کے لئے حدت کی بجائے راحت اور سکون جان کا باعث ہے اور باوجود اس کے کہ چہرہ اقدس کی روشنی عین شباب پر ہے آنکھیں نہیں چندھیائیں بلکہ اس مرقع حسن و نور پر نظریں جمائے رکھنے کو جی چاہتا ہے۔

### قسم کا پس منظر

یہاں ایک سوال ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ خدائے ذوالجلال کو اپنے حبیب ﷺ کے رخ تاباں اور گیسوئے سیاہ کی قسم کھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کا جواب سورہ مبارکہ کے شان نزول پر غور کرنے سے مل جاتا ہے کچھ دنوں تک حضور ﷺ پر سلسلہ وحی الوہی حکمت کے باعث منقطع رہا اس پر بعض بد بخت دشمنان اسلام نے زبان طعن دراز کی اور کہنے لگے کہ محمد ﷺ کا خدا (نعوذ باللہ) اس سے روٹھ گیا ہے اس قسم کی طعن آمیز باتیں جب حضور ﷺ تک پہنچیں تو طبیعت میں کچھ ملال کے آثار بمقاضائے بشریت پیدا ہوئے۔

امرواقعہ یہ ہے کہ ایسی کوئی بات آپ ﷺ کے گمان و خیال میں بھی نہیں  
 سکتی تھی لیکن مخالفین کی بداندیشیوں، چہ میگوئیوں اور طعنوں کے اثر سے آپ  
 ﷺ کے احساسات کا مجروح ہونا تقاضائے فطرت تھا۔ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے  
 حبیب ﷺ کی دلجوئی اور تسکین خاطر کے لئے یہ محبت بھرا پیغام بصورت وحی بھیجا  
 کہ کفار و مشرکین کی ہرزہ سرائیوں سے طبع مبارک میں حزن و ملال کی جو کیفیت پیدا ہو  
 ئی ہے اسے دور کیا جاسکے۔

اغیار کی طعنہ زنی اور ہرزہ سرائی سے خدا کی غیرت محبت جوش میں آگئی اور  
 اس نے اپنے حبیب ﷺ کے چہرہ پاک اور زلفان مقدس کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ  
 اے محبوب ﷺ! تجھے چھوڑنے اور تجھ سے روٹھنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ میں  
 و تیرے رخ تاباں اور گیسوئے عنبریں تک کی قسم کھاتا ہوں کبھی اس قدر پیار کرنے والا  
 بھی اپنے محبوب سے ناراض ہو سکتا ہے ان مٹھاس بھرے کلمات محبت نے دشمنوں کو  
 شرمسار کر دیا اور حضور ﷺ کے قلب اطہر کو تسلی عطا کر دی۔

### حضور ﷺ کی چشمان مقدس کا بیان

کلام ربانی میں آقائے دو جہاں ﷺ کی ان مبارک آنکھوں کا بھی ذکر کیا  
 گیا ہے جو اپنے حوصلے، اعتماد، ہمت اور عزم و یقین کے باعث اس ارشاد ربانی کا مصداق  
 ٹھہریں۔

یہ جھپکی نہ حد سے بڑھی۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَفَى

(النجم، ۵۳: ۱۷)

آپ ﷺ کی بصارت اس درجہ طاقت و وسعت کی حامل تھی کہ شب  
 معراج مشاہدہ حق کے وقت اس میں نہ صرف اضمحلال واقع نہ ہوا بلکہ وہ کمال ہوش  
 کے ساتھ مشاہدہ جمال میں محو ہیں۔

حضرت سہل بن عبد اللہ التستریؒ ”اسی مشاہدہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

لم يرجع رسول الله ﷺ الى

آپ ﷺ اپنے رب کے مشاہدہ میں

شاهد نفسه و الی مشاهدتها و انما  
 کان شاهداً ربّه تعالیٰ بشاهد  
 ما یظهر علیه من الصفات التي  
 اوجبت الثبوت فی ذالک المحل  
 (روح المعانی، ۲: ۵۴)

اس طرح مستغرق ہوئے کہ سوائے ذات  
 باری اور صفاتِ الہیہ کے کسی طرف  
 متوجہ نہ ہوئے۔

اس کے برعکس حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تجلی الہی کی ایک جھلک بھی  
 برداشت نہ کر سکے اور صفاتی تجلی کی انعکاسی شعاع کے اثر سے آپ علیہ السلام کا خرمین  
 ہوش جل گیا۔

کسی صاحب نظر نے بصارت مصطفوی ﷺ کا بصارت موسیٰ علیہ السلام سے  
 کیا خوبصورت موازنہ کیا ہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بہ یک پرتو صفات  
 تو عین ذات می نگری در تبسمی

قرآن آگے چل کر رویت آیاتِ الہیہ کے باب میں حضور ﷺ کے کمال  
 بصارت کا ذکر بایں الفاظ کرتا ہے۔

لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ه  
 (النجم، ۵۳: ۱۸)

بے شک آپ ﷺ نے اپنے رب کی  
 بے شمار نشانیاں دیکھیں۔

### قلب مصطفوی ﷺ اور قرآن

حضور ﷺ کے کمال بصارت کے ذکر کے بعد قرآن آپ ﷺ کے  
 قلب انور کا ذکر بھی کرتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

مَا كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ  
 (النجم، ۵۳: ۱۱)

جو (رسول نے) دیکھا قلب نے اس کو  
 جھوٹ نہ جانا۔

### تدریجاً نزول قرآن کی حکمت

قرآن مجید کا حضور ﷺ پر یکبارگی نازل نہ ہونا بلکہ ۲۳ سالہ دور بعثت میں

جبرائیل امین علیہ السلام کی وساطت سے رفتہ رفتہ بالعموم تین یا چار آیات کی صورت میں قلب مصطفوی ﷺ پر نازل ہوتے رہنا اپنے اندر کئی حکمتیں رکھتا ہے۔ ان میں سے ایک اہم حکمت حضور ﷺ کی دلجوئی بھی ہے۔  
ارشاد ایزدی ہے۔

كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهَا نُورًا دَاكٍ وَرَتَّلْنَا  
تَوْرِيًّا (الفرقان، ۲۵، ۲۶)

تاکہ ہم اس سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اسے بتدریج نازل کیا۔

قرآن اگر ایک ہی نشست میں یکبارگی نازل کر دیا جاتا تو لامحالہ باری تعالیٰ کا اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ پیغام رسانی کا باقاعدہ سلسلہ جو ۲۳ سالوں پر محیط ہے چند ہی لمحات میں مکمل ہو کر ختم ہو جاتا۔ قرآن کو تدریجی مراحل میں حسب ضرورت رسول ﷺ پر نازل کئے جانے کی سب سے بڑی حکمت یہی تھی کہ اس طرح خالق کا اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ پیغام رسانی کا تعلق تسلسل کے ساتھ جاری رہے اور محبوب سے ہم کلامی کا یہ تعلق، حضور ﷺ کے سکون قلب کا باعث ہو۔

”تاکہ ہم آپ ﷺ کے دل کو مضبوطی عطا کریں“ سے پیغام حق کے تدریجی نزول کی یہی حکمت مستفاد ہے کہ یہ عمل ہمیشہ نبی اکرم ﷺ کے قلب انور کی تقویت کا موجب رہے اس حکمت میں بھی غلبہ نگاہ محبت کا ہی دکھائی دیتا ہے۔  
مزید ارشاد فرمایا گیا۔

لَإِنَّا نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ  
کیونکہ اس نے تو یہ کلام آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اتارا ہے۔ (البقرہ، ۲: ۹۷)

یہاں بھی نزول قرآن کے بارے میں حضور ﷺ کے قلب انور کو ہی مورد سخن بنایا گیا ہے۔

قوت قلب نبوی ﷺ اور قرآن

آپ ﷺ کے قلب اطہر کو اللہ رب العزت نے وہ حوصلہ، قوت اور



استقامت عطا فرمائی تھی کہ سخت نامساعد اور کنھن حالات میں بھی آپ ﷺ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آتی تھی۔ گویا آپ ﷺ کے عزم و ہمت کا وہ کوہ گراں تھے جسے حوادث زمانہ کی کوئی باد صرصر راہ عزیمت سے نہیں ہٹا سکتی تھی۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ق۱۰ وَالْقُرْآنِ الْمَجِیدِ

ق۔ قسم ہے قرآن مجید کی۔

(ق، ۵۰:۱)

ق، حروف مقطعات میں سے ہے جن کے بارے میں حتمیت و قطعیت کے ساتھ سوائے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے کوئی آگاہ نہیں۔ عام مشاہدہ ہے کہ بسا اوقات دو دوست اپنی گفتگو یا سلسلہ مراسلت میں بعض الفاظ اور اشارات ایسے بھی استعمال کر جاتے ہیں جنہیں ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ اس طرح قرآن حکیم میں بھی بعض مقامات پر ایسے حروف اور الفاظ آئے ہیں جنہیں حروف مقطعات کہا جاتا ہے بعض علماء و عرفاء نے اپنی اپنی بساط کے مطابق معارف و علوم کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر حروف مقطعات کے معانی جاننے کی کوشش کی ہے تاہم حتمیت و قطعیت کے ساتھ ان کے مفہیم تک رسائی غیر رسول کے بس کی بات نہیں۔

قاضی عیاض "آیت مذکورہ سے پہلے حرف "ق" کی شرح و تفسیر "الشفاء" میں

بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں "ق" سے مراد آنحضرت ﷺ کا قلب اطہر ہے جس پر قرآن نازل ہوا اور جو اپنی قوت و استقامت کے اعتبار سے بھی زیادہ مستحکم تھا

جب یہ بار امانت پہاڑوں اور سمندروں نے اٹھانے سے انکار کر دیا تو آنحضرت ﷺ

کا قلب انور ہی تھا جسے بارگاہ صمدیت سے اس قدر قوت اور طاقت عطا ہوئی تھی کہ

تیس سالہ مبارک زندگی کے دوران اس پر قرآن اتارا جاتا رہا لیکن کوئی بوجھ محسوس

نہ ہوا بلکہ اس قرآن کی بدولت اسے بے پایاں قوت اور طمانیت کا خزانہ بنا دیا گیا۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں۔

قال ابن عطا القسم بقوة قلب حبیبہ ابن عطا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

اپنے حبیب ﷺ کے دل کی قوت کی  
قسم کھائی ہے جو عین حق کا مشاہدہ اور  
شرف تکلم حاصل کرنے کے باوجود غشی  
وغیرہ سے محفوظ رہا۔

حيث تحمل الخطاب و المشاهده ولم  
يوثر ذلك فيه لعلو حاله  
(روح البیان، ۹: ۱۰۰)

رب العزت کو اپنے محبوب کی مشقت گوارا نہیں (خواہ وہ عباد میں ہی کیوں نہ ہو)

حضرت امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نزول قرآن  
کے اولین دور میں آپ ﷺ ساری ساری رات تلاوت و نماز میں کھڑے کھڑے  
گزار دیتے یہاں تک کہ قدم مبارک سوچ جاتے۔ کفار نے طعنہ زنی شروع کر دی کہ  
قرآن فقط محمد رحمۃ اللہ علیہ کو مشقت میں ڈالنے کے لئے نازل کیا گیا ہے روایت کے الفاظ  
ملاحظہ ہوں۔

قرآن کے نزول کے بعد آپ ﷺ  
اور آپ ﷺ کے غلام قیام لیل کی  
صورت میں تلاوت کرتے تو کفار نے کہنا  
شروع کر دیا کہ قرآن ان کو مشقت میں  
ڈالنے کے لئے ہے۔

فلما نزل القرآن على النبي ﷺ  
قام هو و اصحابه فصلوا فقال كفار  
قريش ما انزل الله هذا القرآن على  
محمد الا ليشقى  
(القرطبي، ۱۱: ۱۶۷)

اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

ظاہر ہے آپ پر یہ قرآن اس لیے  
تو نہیں اتارا کہ آپ محنت شاقہ میں پڑ جائیں

ظَهْرًا مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ  
لِتَشْقَى (ظہر، ۲۰: ۲۱)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اللہ پاک نے اس طعن کا جواب دینے  
کے لئے آپ ﷺ کے اسماء طاہرہ  
وطیبہ اور بادی سے افتتاح فرمایا۔

الطاء التتاج اسمہ طاہر و طیب و  
الهاء التتاج اسمہ ہادی  
(القرطبي، ۱۱: ۱۶۶)

بعض علماء نے طہ کا معنی ان الفاظ میں کیا ہے۔

گویا اللہ اپنے نبی سے فرماتا ہے۔ اے گناہوں سے پاک اور تمام مخلوق کے رہنما، یہ قرآن آپ ﷺ کو مشقت میں ڈالنے کے لئے نازل نہیں کیا گیا۔

كانه يقول لنبیه علیه الصلوٰة و السلام یا طاهر امن الذنوب یا هادی الخلق الی علام الغیوب  
(ایضاً)

### قرآن اور شرح صدر کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے تمام مشقتوں کے بوجھ ختم کرنے کے لئے آپ ﷺ کو شرح صدر کی دولت عنایت فرمائی، ارشاد ہوتا ہے۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۖ وَوَضَعْنَا  
عَنكَ وَزُرَّكَ ۖ الَّذِي أَنْقَضَ  
ظَهْرَكَ ۖ

کیا ہم نے آپ ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کے سینہ (اقدس) کو کشادہ نہیں کر دیا، اور ہم نے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی پیٹھ کو بوجھل کر دیا تھا۔

(الانشراح، ۱:۹۳)

لفظ شرح کی تحقیق کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

شرح الصدر ای بسطہ بنور الہی و سکینہ من جہۃ اللہ و روح منہ  
(المفردات، ۲۵۸)

سینے کا نور باری کے جلووں سے سکون پانا اور دل میں فرحت و راحت کا پیدا ہو جانا شرح صدر کہلاتا ہے۔

علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں۔

وقد یراد بہ تائید النفس بقوۃ قدسیہ و انوار الہیہ بحیث تکون میداناً لمواکب المعلومات و سماء لکواکب الملكات و عرشاً لانواع التجلیات و فرشاً لسوائم الواردات فلا یسغلہ شان عن شان و یتوی

شرح صدر سے یہ مراد ہو گا کہ نفس کو قوت قدسیہ اور انوار الہی سے اس طرح مزین کر دیا جائے کہ وہ خزائن معلومات کے لئے میدان، ملکات اور استعدادوں کے لئے آسمان اور تجلیات کے لئے عرش بن جائے جب کسی کے سینے کو یہ

لَدَيْهِ يَكُونُ وَ كَانُوا وَ كَانُوا

حالت نصیب ہو جاتی ہے تو اس کی دلی  
کیفیات کو بدلا نہیں جا سکتا اس کے  
نزدیک مستقبل حال اور ماضی سب  
یکساں ہو جاتے ہیں۔

(روح المعانی، ۳۰: ۱۹۱)

آیت مذکورہ میں استفہام تقریری ہے کیونکہ یہاں (ا، ہمزہ) انکاری ہے اوزلم  
کلمہ نفی۔ جب حرف انکار کلمہ نفی پر وارد ہو تو یہ نفی کی نفی پر دلالت کرتا ہے جس کا  
نتیجہ اثبات اور تقریر ہے اس لئے اسے استفہام تقریری قرار دیا جائے گا۔ جس میں  
تسلیم و اعتراف کا معنی پایا جاتا ہے اور اظہار مقصود میں اس اعتبار سے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ  
صَدْرَكَ (کیا ہم نے تیرے لئے تیرا سینہ کھول نہیں دیا) کا مفہوم یہ ہو گا کہ بے شک ہم  
نے تیرے لئے تیرا سینہ کھول دیا ہے۔

اس اصول کو سمجھنے کے لئے سورہٴ الفیل کا حوالہ دینا خالی از حکمت نہ ہو گا جس

میں ارشاد فرمایا گیا:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ  
الْفِيلِ  
(الفیل، ۱۰۵: ۱)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے  
رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا  
سلوک کیا۔

وہ واقعہ جو آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارکہ سے پچاس دن قبل پیش آیا تھا  
کے متعلق آیہ کریمہ میں آپ ﷺ سے دریافت کیا جا رہا ہے کہ ”اے محبوب کیا تو  
نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا“ یہاں بھی  
اسلوب کلام استفہام تقریری پر مبنی ہے جس کا مفہوم اور مفاد یہ ہے کہ بے شک تم  
جانتے ہو کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

استفہامیہ انداز اختیار کرنے کی حکمت

یہی بات محض مثبت انداز میں بھی کی جا سکتی تھی لیکن اسے استفہامی انداز میں  
بیان کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس کا جواب اثبات کی صورت میں محبوب کی پیاری



پیاری زبان سے خود سنا جائے کیونکہ سوال لازماً جواب کو مستلزم ہوتا ہے باوجود اس کے کہ استفہام تقریری میں استفہام حقیقی نہیں ہوتا۔ محض لفظی صورت سوالیہ ہوتی ہے یہ ایک معروف اسلوب کلام ہے لہذا جب یہ سوال کیا گیا کہ

”کیا تو نے نہیں دیکھا۔ تو گویا قلب نبوت ﷺ نے زبان حال سے جواب دیا“ ”جی ہاں میرے رب میں نے سب کچھ دیکھ اور جان لیا“ اسی طرح آیہ مذکورہ میں اَلَمْ نَشْرَحْ کا جواب بھی حضور ﷺ کی زبان مبارک سے کھلوانا مقصود ہے کہ وہ جواباً اس بات کا تشکر آمیز اظہار کرے کہ ”ہاں میرے رب تو نے کمال شفقت و محبت سے میرا سینہ اپنے اسرار و رموز سر بستہ کے لئے کھول دیا ہے“ یہ اسلوب گفتار جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب مقصود یہ ہو کہ جس سے سوال پوچھا جا رہا ہو وہ خود اس کا جواب اثبات میں دے یہ انداز باہمی انس و محبت اور اپنائیت پر ولات کرتا ہے حضور ﷺ سے اس نوعیت کا مخاطبہ الہی، محب کی محبوب سے محبت کا آئینہ دار ہے۔

### سورہ الانشراح میں لک کی معنوی اہمیت

سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ میں غور طلب بات یہ ہے کہ اِذَا لَمْ نَشْرَحْ کے بعد لک کا اضافہ نہ بھی کیا جاتا تب بھی جملہ مکمل رہتا اور اس کے مفہوم میں کوئی تشکیلی باقی نہ رہتی۔ لیکن لک کے اضافہ سے اس کے معنی میں یک گونہ وسعت پیدا ہو گئی ہے جس سے آیت کے مفہوم میں مزید محبت اور وابستگی کا عنصر در آیا ہے اور اس کی شرح یوں ہو گی کہ ”اے محبوب ہم نے تیرا سینہ تیری خاطر کھول دیا ہے“ تیری خاطر کے الفاظ زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ تیری خاطر اس لئے کھولا ہے تاکہ تو راضی ہو جائے کیونکہ تیری رضا ہمیں ہر شے سے مقدم ہے۔

انشراح صدر کے ضمن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر حضور ﷺ کے سینہ اطہر کے کھولنے میں کونسا مقصد کار فرما تھا اور وہ سینہ کس حد تک کھولا گیا چونکہ آیہ کریمہ میں انشراح صدر کے مقصد اور وسعت کے تعین کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔

اس عدم تعین کی بنیاد پر اس کا مفہوم کچھ یوں ہو گیا کہ اے محبوب ﷺ ہم نے آپ ﷺ کا سینہ اس قدر کھول دیا کہ ارض و سماء کی ساری وسعتیں اس میں سما گئی ہیں، آپ ﷺ کے سینہ اقدس کی وسعت کا اندازہ انسانی عقل و خرد کہاں کر سکتی ہے اور یہ کہ ہم نے آپ ﷺ کے سینے میں ان تمام اسرار و رموز کے خزانے سمو دیئے ہیں جن کی حقیقت تک رسائی کسی فرد بشر کے لئے ممکن نہیں۔ لفظ لک سے شرح صدر کی حکمت بھی واضح کر دی گئی ہے۔ اس سے ہماری غرض محض آپ ﷺ کے دکھوں کا مداوا اور آپ ﷺ کے دل اقدس کو سکون و اطمینان عطا کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

### کلمہ لک کے اضافے کی دو اور مثالیں

قرآن مجید میں حضور ﷺ کے رفع ذکر کا بیان بھی اسی انداز میں کیا گیا ہے۔  
**وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ**  
 اور ہم نے آپ کا ذکر آپ کی خاطر بلند کیا۔  
 (الانشراح، ۹۴: ۴)

یہاں بھی ظاہر میں مقصود کلام حضور ﷺ کے ذکر کے بلند کئے جانے کا بیان ہے مگر یوں فرمایا ”محبوب ہم نے تیرا ذکر تیری خاطر بلند کیا ہے“ گویا رب کریم شانِ صمدیت کا حامل ہو کر بھی تیری خاطر اگر کوئی کام کرتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کا مقصود تیری رضا ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

دوسرے مقام پر حضور اکرم ﷺ کو فتح مکہ کی بشارت دیتے ہوئے خدائے قدیر و علیم نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا:

**إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا**

(اے رسول) بے شک ہم نے آپ کو

شاندار فتح دی۔

(سورہ الفتح، ۱: ۴۸)

اس آیت کریمہ میں بھی اگر لک کا اضافہ نہ ہوتا تب بھی اس کے معنی و مفہوم میں کوئی فرق نہ پڑتا لیکن لک کے اضافے سے محبت کی جو چاشنی پیدا ہو گئی ہے۔ اس

سے اس آیت کا معنی کچھ یوں قرار پائے گا۔

”کہ محبوب ہم نے تیری خاطر فتح کے سارے راستے کھول دیئے ہیں اور وہ وقت دور نہیں جب عالم شرق و غرب میں تیری امت پر فتح و نصرت کے سب باب کھل جائیں گے۔ اور تمام دنیا غلبہ حق کے قیام سے اسلام کے زیر نگیں آجائے گی۔ یہ مژدہ جاں فزا ہم تجھے اس لئے سنا رہے ہیں کہ تو خوش ہو جائے۔“

### اہل ایمان کا سینہ کھولنے کی حقیقت

اپنے محبوب ﷺ کے فیضانِ رحمت کے طفیل رب العزت اپنے مقبول بندوں کا سینہ بھی اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ  
عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ  
(الزمر، ۳۹: ۲۲)

بھلا جس کا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کشادہ کر دیا ہو وہ تو اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

ارشاد خداوندی کی رو سے جس بندہ مومن کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا جاتا ہے اسے نور پر فائز کر دیا جاتا ہے چنانچہ نور ربانی سے جب اس کے باطن کی تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں تو اس کا سینہ ایمانی تجلیات کا مصدر و مہبط بن جاتا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں اس نور کا تذکرہ یوں ہوا ہے۔

اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور  
الله  
(الترمذی، ۲: ۱۳۵)

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے عطا کردہ نور سے دیکھتا ہے۔

اس کی شرح میں حضرت شیخ روز بہان بھٹلیؒ اپنی تفسیر عرائس البیان میں یوں

رقطراز ہیں۔

بيرون الحق بنوره و برون مادون  
الحق من العرش الى تحت الثرى  
بنوره  
(عرائس البیان)

مومن باری تعالیٰ کے عطا کردہ نور کے ذریعے حق تعالیٰ کا صفاتی مشاہدہ کرتا ہے اور عرش سے لے کر تحت الثری تک تمام اشیاء کا مشاہدہ بھی اسی نور سے کرتا ہے۔

بندے کا اللہ کی طرف سے نور کے مرتبے پر فائز کئے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے قرب و بعد اور نزدیکی و دوری کے سارے امتیازات ختم کر دیئے جاتے ہیں سب حجابات مرتفع ہو جاتے ہیں جس سے عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہر چیز اس پر آشکار ہو جاتی ہے جس سمت نگاہ دوڑاتا ہے خدا کے عطا کردہ نور بصیرت سے حقائق کو دیکھ لیتا ہے یہ مقام خواجہ کوئین رحمۃ اللہ علیہ کی حلقہ بگوشی میں آنے والے ایک بندہ مومن کا ہے تو خود سرور دو جہاں رحمۃ اللہ علیہ کے مقام مشاہدہ کی بلندی اور رفعت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی رقت اور نرمی کا بیان

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رقت قلبی اور انتہائی مشفق و رحیم طبیعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا جزو لاینفک تھی اس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا  
بَيْنَ حَوْلِكَ  
اور اگر (کہیں) آپ تند خو (اور) سخت  
دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے  
منتشر ہو جاتے۔ (آل عمران، ۳، ۱۵۹)

رب العزت اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جو پروانوں کا ہجوم ہے اس کا سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا انتہائی نرم اور شفیق ہونا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دل کے سخت، تند خو اور درشت مزاج ہوتے تو جانثاروں کا یہ جھرمٹ کب کا چھٹ چکا ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار صحابہ "بقول غالب

"وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے"

کی جیتی جاگتی تصویر تھی ان کی وفاداری کا یہ عالم تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب غارتور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سرانور اپنی گود میں لئے بیٹھے تھے کہ سانپ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ڈس لیا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل تک نہ آنے دیا۔



حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر جو ہجرت کی رات قتل سے کم نہ تھا لیٹ گئے تاکہ کفار کی توجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی طرف نہ جائے اور وہ حملہ کریں بھی تو جان علی پر کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان گنت غلام اور جانثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ ابرو پر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دینا عین ایمان اور سرمایہ حیات سمجھتے تھے جاں نثاری و جاں سپاری کا یہ جذبہ ان میں کہاں سے آگیا تھا۔

فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

### ذکر مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت اور قرآن

خالق کائنات نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے اس خاکدان عالم میں بلند کئے جانے کا بیان قرآن مجید میں کمال شان محبت سے کیا ہے ارشاد ربانی ہے۔  
**وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ**  
 اور ہم نے آپ کا ذکر آپ کی خاطر بلند کیا۔  
 (الانشراح، ۹۳:۴)

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ زمانے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکروں میں کمی کی بجائے مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اگرچہ معاندین حق اور دشمنان اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کو کم کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نقش دلوں سے مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مگر  
 نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اتانی جبرئیل فقال ان ربی و ربک  
 يقول کیف رفعت ذکرک قلت اللہ  
 اعلم قال اذا ذکرک ذکرک معی  
 (ابن کثیر، ۴: ۵۲۳)

میرے پاس جبریل امین آئے اور آکر کہا  
 کہ رب کریم سلام فرماتے ہیں اور  
 پوچھتے ہیں کہ بتائیے میں نے آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کس طرح بلند کیا ہے؟ میں

نے کہا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے حبیب ﷺ) رفعت ذکر یہ ہے) جب بھی میرا ذکر ہو گا آپ ﷺ کا ذکر بھی ہو گا۔

جب تک کائنات باقی ہے میرا اور میرے حبیب ﷺ کا ذکر پہلو بہ پہلو جاری رہے گا۔

حضرت مجاہدؒ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

لا اذکر الا ذکرک معی  
(ایضاً)

جب میرا ذکر کیا جائے گا تو اس کے ساتھ تمہارا ذکر لازماً کیا جائے گا۔

یہ ارشاد باری ان الفاظ سے بھی مروی ہے۔

جعلتک ذکراً من ذکری لمن  
ذکرک ذکرنی  
(الشفاء، ۱: ۲۳)

تیرے ذکر کے بغیر میرا ذکر متصور ہی نہیں۔

امام رازی رفعت ذکر کی صورتوں میں سے ایک صورت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

القراء يحفظون الفاظ منشورک  
والمفسرون يفسرون معانی  
فرقانک و الوعاظ يبلغون و عطفک  
بل العلماء و السلاطين يصلون الی  
خدمتک و یسلمون من وراء الباب  
علیک و یسبحون و جوہم بہم ہتراب  
روضتک و ہرجون شفاعتک  
لشرک باق الی یوم القیامہ  
(تفسیر کبیر، ۳۲: ۶۰۵)

قراء آپ ﷺ کے منشور کے الفاظ کی حفاظت کریں گے مفسرین قرآن کے معانی واضح کریں گے مبلغین آپ ﷺ کی تبلیغ کے امین ہوں گے بلکہ تمام علماء و سلاطین آپ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں درود عرض کریں گے اور آپ ﷺ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر سلام عرض کریں گے اور آپ ﷺ کے روضہ اقدس کی مبارک خاک کو آنکھوں کا

سرمہ بنائیں گے اور آپ ﷺ کی شفاعت کے امیدوار ہوں گے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا یہ شرف قیامت تک رہے گا۔

لِذَا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ كَايَہ اعلان اہل ایمان سے اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ کثرت و تواتر کے ساتھ شب و روز حضور ﷺ کی ذات والاصفات کا ذکر کیا کریں آپ ﷺ کے فضائل و شمائل کے تذکرے کریں۔ آپ ﷺ کی سیرت و صورت کو بیان کریں آپ ﷺ کی یاد سے اپنے لیل و نہار کو آباد کریں یہ سب کچھ علم و تحقیق کی طرز پر بھی ہو اور محبت و دل بستگی کے رنگ میں بھی۔ کیونکہ دونوں طریقے سنت الہیہ ہیں۔

پہلے اسلوب سے مضمون علم رقم ہوتا ہے اور دوسرے اسلوب سے مضمون عشق۔ پہلے اسلوب سے دماغوں کو تازگی ملتی ہے اور دوسرے سے دلوں کو زندگی۔ پہلے اسلوب سے ذہنوں میں چراغ عقل روشن ہوتے ہیں اور دوسرے سے دلوں میں چراغ محبت۔ پہلے اسلوب سے عمل کو جلا ملتی ہے اور دوسرے سے ایمان کو غذا۔ پہلے اسلوب سے اسلام کو فرزانے نصیب ہوتے ہیں اور دوسرے سے دیوانے۔

جب تک انداز تعلیم و تبلیغ کے ساتھ ساتھ عشق و محبت کا عنصر شامل نہ ہو بات نامکمل بے کیف اور بے تاثیر رہتی ہے۔

رضائے حبیب ﷺ اور قرآن

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

(الضحیٰ، ۹۳:۵)

اور عنقریب آپ ﷺ کو آپ کا رب وہ عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

آیت مذکورہ میں تمام کائنات کے خالق و مالک نے آپ ﷺ کی رضا کو جو





إِنْ تَعَذَّبْتَهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ إِنْ  
تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ  
(المائدہ، ۵ : ۱۱۸)

ان کی تلاوت کے بعد آقائے دو عالم ﷺ کی کیفیت یہ تھی۔

فَرَفَعَ عَلَيْهِ يَدَيْهِ وَ قَالَ اللَّهُمَّ امْتِنِي  
امْتِنِي وَ بَكِي

(روح المعانی، ۱۵ : ۱۸۵)

دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے اور

بار زبان اقدس سے امت کی فریاد

کی دعا کرتے رہے بلا خزار و قطار

پڑے۔

اس پر رحمت باری جوش میں آگئی اور جبریل سے فرمایا:

اذهب الی محمد ﷺ و قل لہ انا

سرفیک فی امتک

(روح المعانی، ۱۵ : ۱۸۵)

ہمارے محمد ﷺ کے پاس جا اور ہمارا

یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم آپ ﷺ کو

امت کے معاملے میں (ضرور) راضی

کریں گے۔

غلامان مصطفوی ﷺ کے لئے سب سے امید افزا آیت

آیت مذکورہ امت مسلمہ کے لئے مژدہ جانفزا بھی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علماء عراق کو مخاطب ہو کر فرمایا:

انکم تقولون ان ارجی اہ فی کتاب

اللہ تعالیٰ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ

اسْرَفُوا عَلَىٰ انْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ

رَّحْمَةِ اللّٰهِ قَالُوا انا نقول ذالک

(قرطبی، ۱۰ : ۹۶)

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

لکنا اهل البيت نقول ان اہ فی کتاب

کیا تم قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ اسْرَفُوا

عَلَىٰ انْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ

اللہ کو سب سے زیادہ امید افزاء تصور

کرتے ہو؟ انہوں نے نے عرض کیا ہاں

ہم اسی کو سمجھتے ہیں۔

لیکن ہم اہل بیت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ

تَعَالَى قَوْلُهُ تَعَالَى وَلَسَوْفَ  
 بِطَنِكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى  
 (القرطبي، ۱۰: ۹۶)

وَلَسَوْفَ بِعَطِيَّتِكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى  
 بڑھ کر کتاب اللہ میں امید افزا کوئی  
 آیت نہیں۔

غلامان مصطفوی ﷺ کے لئے یہ آیت سب سے بڑھ کر امید افزاء کیوں نہ  
 کہ امام قرطبی لکھتے ہیں جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔  
 اَوَاللَّهِ لَا اَرْضُ وَوَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِي  
 اب اللہ کی قسم میں اس وقت تک راضی  
 نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی  
 دوزخ میں ہوگا۔  
 (القرطبي، ۱۰: ۹۶)

### تعلیمات قرآنی کا بنیادی فلسفہ

قرآن مجید کی تعلیمات امت مسلمہ کے لئے جو راہ حیات اور لائحہ عمل متعین  
 کرتی ہیں اس کا بنیادی نقطہ ہادی برحق نبی اکرم ﷺ کی رضا طلبی اور خوشنودی کا  
 حصول ہے اس نکتے کو بڑی صراحت کے ساتھ رب اکبر نے قرآن مجید میں جا بجا بیان  
 بھی کیا ہے یعنی کسی کو خدا کی رضا مطلوب ہے تو اس کے حبیب ﷺ کی رضا و  
 خوشنودی کو ہر چیز پر مقدم رکھا جائے۔ کیونکہ اس کے محبوب ﷺ کی رضا ہی  
 درحقیقت رضائے خداوندی ہے۔

### خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

جان لیجئے کہ رضائے خداوندی کا حصول تمام مخلوق کا مطمح نظر رہا ہے اور ہے  
 اسی سمت تمام انبیاء کرام علیہم السلام گامزن رہے خود آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کا  
 منتہا و مقصود خدا کی رضا جوئی اور اس کے احکام کی اتباع کے سوا اور کچھ نہ تھا۔  
 قرآن مجید میں انبیاء کی جو دعائیں منقول ہیں ان میں ایک دعا کم و بیش ہر نبی نے بارگاہ  
 خداوندی میں بایں الفاظ کی ہے۔

وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ  
 کہ ہمیشہ وہ نیک کام کیا کروں جو تجھے پسند  
 ہو۔  
 (النمل، ۷: ۱۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے بڑے بڑے جلیل القدر نبی جن کی حکومت دبدبہ اور جاہ و جلال روئے زمین پر ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے بارگاہِ صدیت میں تضرع و زاری سے یہی صدا مانگتے رہے کہ خدایا ہمیں ایسے کام کرنے کی توفیق عطا فرما جس سے تو راضی ہو جائے ترضاه کے الفاظ بتکرار ان کی دعا کا حصہ رہے لیکن آقاؐ نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ ترضاہا کے الفاظ خدا کی ذات نے خصوصیت کے ساتھ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کئے جیسا کہ تحویل قبلہ کے ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا۔

پس بے شک ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا  
(البقرة ۲: ۱۴۴)

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ اللہ رب العزت بصرحت بیان فرما رہے ہیں کہ قبلہ تبدیل کرنے کے حکم کا محرک اور مقصد وحید یہ ہے کہ میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائے رب العزت کی رضا اور عطا کا سلسلہ کہاں تک دراز ہو گا اس کا احاطہ کوئی فرد بشر نہیں کر سکتا تاہم اتنا ضرور سمجھا جاسکتا ہے کہ خدائے قدوس کی نگاہیں ہمہ وقت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی طرف لگی ہوئی ہیں درج ذیل حدیث قدسی کے الفاظ بھی اسی مفہوم پر دلالت کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يا محمد كل احد بطلب رضائي و انا  
اطلب رضاءك  
اے محبوب دنیا کی ہر چیز میری رضا چاہتی  
ہے اور میں تیری رضا چاہتا ہوں۔  
(تفسیر کبیر: ۲)

ادائے محبوب اور آیت مذکورہ

جیسا کہ پہلے اجمالا تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ مدینہ طیبہ کے ابتدائی دور میں مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے اس پر یہود طعن کرتے کہ

مسلمان ہمارے دین کی مخالفت کرتے ہیں لیکن ہمارے قبلہ کی طرف نماز ادا کرتے ہیں اگر ہم نہ ہوتے تو ان کو قبلہ کی خبر نہ ہوتی یہ عنقریب ہمارے دین کو اختیار کر لیں گے رسالتناہ ﷺ کے دل اقدس پر بوجھ ہوا اور آپ ﷺ نے تبدیلی قبلہ کی خواہش فرمائی۔ روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا۔

و دوت ان اللہ صرفنی عن قبلۃ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا قبلہ  
الیهود تبدیل فرمادے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔

انا عبد مثلك و انت کریم علی ربک یا رسول اللہ ﷺ میں بھی ایک عبد  
فادع ربک و سلہ ہوں اور آپ ﷺ اللہ کی بارگاہ میں  
(روح البیان ۱: ۲۵۱) معزز ہیں لہذا دعا فرمائیے۔

یعنی میں بندہ مامور ہوں اور آپ ﷺ بندہ محبوب ہیں، میں صرف ماننے والا ہوں آپ ﷺ ماننے والے اور منوانے والے بھی ہیں رب تعالیٰ آپ ﷺ کی رضا چاہتا ہے۔

یہ کہہ کر جبرائیل امین آسمان پر چلے گئے اور حضور ﷺ نے نماز کی نیت باندھ لی اور آرزوئے شوق میں کہ تبدیلی قبلہ کا حکم آئے چہرہ اقدس اٹھا کر بار بار آسمان کی طرف دیکھا اللہ رب العزت کو اپنے محبوب ﷺ کے اس انداز پر پیار آ گیا اور فرمایا۔

قَدَرَايَ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ  
فَلَسَوَلَيْتَنَّا قِبْلَةً تُرَضَّاها قَوْلِ  
وَجْهِكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ  
(البقرة ۲: ۱۴۴)

(اے حبیب) بے شک ہم نے آپ کے  
چہرہ کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ  
لیا۔ پس بے شک ہم آپ کو اس قبلہ کی  
طرف پھیر دیں گے جس کو آپ پسند  
کرتے ہیں۔ پس اب اپنا منہ (نماز میں)  
مسجد الحرام کی طرف پھیر لیجئے۔

تبدیلی قبلہ کا حکم اس کے بغیر بھی ممکن تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ کی ادائیں کتنی پسند ہیں کہ اس نے تبدیلی قبلہ کے ساتھ ساتھ اپنے محبوب کی اس ادا کو تاقیامت محفوظ کر دیا تاکہ تبدیلی قبلہ کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ یہ تبدیلی خواہش محبوب کے پیش نظر کی گئی ہے۔

### آپ کی ہر ادا باری تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا مرکز ہے

آیت مذکورہ میں صرف آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کو ملاحظہ فرمانے کا ذکر ہے دوسرے مقام پر قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کا ہر عمل اور ہر ادا رب العزت کی توجہ کا مرکز ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا  
تَعْمَلُونَ ○ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ  
الرَّحِيمِ ○ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ○  
وَتَقَلِّبُكَ فِي السَّاجِدِينَ ○  
(الشعراء، ۲۶: ۲۱۶-۲۱۹)

پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ دیجئے کہ میں تمہارے ان کاموں سے بری ہوں اور آپ بڑے غلبہ والے رحیم (خدا) پر بھروسہ رکھئے۔ (وہ اللہ) جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ اٹھتے ہیں، اور (جب جلوت میں) نمازوں کے درمیان آپ پھرتے ہیں۔

یعنی اے محبوب ﷺ تو اپنے مولا کریم پر توکل کر جس کی چشم عنایت تجھے ہر وقت تکتی رہتی ہے آپ ﷺ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جو ہماری خصوصی نوازشات سے سرفراز نہ ہو یہاں تک کہ جب تو اٹھتا بیٹھتا ہے تو ہم تیری نشست و برخاست کو بھی دیکھتے ہیں۔

یہاں قیام و تقلب سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں ان میں سے چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔  
حضرت مقاتلؒ سے منقول ہے۔

یعنی ہر اک حین تصلی وحدک و آپ ﷺ اس وقت بھی چشم کریمانہ کا

زندگی کے  
مصراتہ  
لوجہ  
من

جان کر  
الطلب  
السلام  
اراد



حين تصلى مع المصلين في الجماعة  
مرکز ہوتے ہیں جب تنہا نماز ادا کریں  
اور اس وقت بھی جب اپنے غلاموں کی  
امامت کریں۔

(المظہری، ۷: ۸۶)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی "آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

تقلب فی صلاتک فی حال قیامک  
نماز میں آپ ﷺ کا قیام، رکوع، سجود  
ورکوعک و سجودک و قعودک  
اور قعود ہماری نگاہوں میں ہے۔

(ایضاً)

بعض علماء نے اس آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب نماز تہجد کی  
فرضیت ختم ہو گئی تو حضور ﷺ سحری کے وقت اپنے زیر تربیت غلاموں کو دیکھنے کے  
لئے تشریف لے گئے کہ آج آرام سے سو رہے ہیں یا اپنے معبود حقیقی کی عبادت میں  
مصروف ہیں۔

فوجدھا کبیوت النحل لما سمع لها  
من دندنتھم بذكر اللہ والتلاوة  
آپ ﷺ جس صحابی کے گھر کے پاس  
سے بھی گزرتے تلاوت قرآن اور ذکر  
الہی کی آوازیں اس طرح آرہی تھیں  
جیسے شہد کے چھتے سے شہد کی کھیان گنگنا  
رہی ہوں۔

(المظہری، ۷: ۸۶)

امام ابو نعیم، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے آیت مذکورہ کا مفہوم  
بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تقلب سے مراد تنقل فی الاصلاب ہے۔

التقلب فی الساجدین التنقل فی  
اصلاہم حتی ولدتہا لہ علیہ الصلوۃ  
والسلام

(روح المعانی، ۱۹: ۱۳۷)

جب سے آپ ﷺ کا نور یکے بعد  
دیگرے آپ ﷺ کے اجداد کی  
پشتوں میں منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا تو اس  
وقت بھی وقت آپ ﷺ کا رب آپ  
ﷺ کو دیکھ رہا تھا۔

آیت مذکورہ میں خواہ آپ ﷺ کی نماز کا قیام، رکوع و سجود مراد ہو یا مطلقاً قیام، آپ ﷺ کا صحابہ کے ہاں تشریف لے جانا ہو یا آپ ﷺ کے نور اقدس کا مبارک رحموں و صلبوں میں منتقل ہونا تمام کے تمام احوال اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہات کا مرکز ہیں اور توجہات الہی آپ ﷺ ہی کا خاصہ ہیں۔

خدا کی نگاہیں ہمہ وقت اپنے محبوب کی طرف لگی ہوئی ہیں

دشمنان اسلام کی شب و روز کی ہرزہ سرائیوں، طعن و تشنیع اور زبان درازیوں سے حضور ﷺ کی طبع مبارک میں حزن و ملال کے آثار کا پیدا ہو جانا اور دعوت توحید و رسالت کی تکذیب سے آپ ﷺ کے سینہ اقدس میں تنگی اور گرانی کا در آنا فطری امر تھا ایسے میں ذات خداوندی اپنے محبوب ﷺ کو ڈھارس دلاتی ہے کہ کفار و مشرکین کی بیہودہ اور ناروا باتوں سے ملول اور دل گرفتہ نہ ہوں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ حرکتیں تمہیں کتنی شاق گزرتی ہیں۔ اپنے حبیب ﷺ کی تسلی اور تشفی کے لئے ارشاد فرمایا گیا۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا  
يَقُولُونَ

اور (اے رسول) ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں پر آپ کا جی تنگ ہوتا ہے۔

(الحجر، ۱۵: ۹۷)

آپ ﷺ جس عظیم مشن کی ذمہ داریوں سے عمدہ برآہور رہے تھے اس کی راہ میں قدم قدم پر رکاوٹوں کے پہاڑ تھے کفار و مشرکین کی پیہم طعنہ پردازیوں، دشنام طرازیوں سے حضور ﷺ کے آگینہ دل کو ٹھیس لگتی تو ذات خداوندی پیار بھرے انداز میں تسلی دینے لگتی کہ اے حبیب ﷺ ان بد بختوں کی باتوں سے نہ گھبرائیے عزم و ہمت اور استقلال سے اپنا کام کرتے جائیے ہماری نظریں تو ہمہ وقت آپ ﷺ ہی کی طرف لگی ہوئی ہیں۔

اور آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار فرمائیے بہر حال آپ تو ہماری نظروں

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا

(الطور، ۵۲: ۳۸)

میں ہیں۔

اپنے محبوب ﷺ کو صبر کی تلقین یہ کہہ کر فرمائی جا رہی ہے کہ ہماری نگاہیں ہمہ وقت آپ ﷺ کی طرف لگی ہوئی ہیں آپ ﷺ اسلام کے فروغ کے لئے جس طرح مصائب جھیلتے ہیں دشمنوں کی جلی کٹی اور کڑوی کسلی باتیں برداشت کرتے ہیں سب کچھ نظروں کے سامنے ہے تبلیغ دین کے لئے آپ ﷺ کی شبانہ روز کاوشیں، دشمنان اسلام کی مکارانہ سازشیں، ریشہ دو انیاں اور جس طرح وہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے ہیں سب کچھ ہماری نظر میں ہے۔ فانک باعیننا کے الفاظ قرآنی وہ مژدہ جانفزا ہیں جن سے رسول مکرم ﷺ کی ہمت بندھائی گئی کہ آپ ﷺ صبر کا دامن تھامیں رکھیں اور اپنی پیغمبرانہ جدوجہد کو بلا خوف جاری رکھیں۔

### حضور ﷺ کی پشت اطہر کا ذکر

قرآن مجید نے حضور اکرم ﷺ کی پشت مبارک کا بھی ذکر کیا ہے جس پر منصب نبوت اور عظیم پیغمبرانہ ذمہ داریوں کا بوجھ تھا اور جس رب العزت نے کمال لطف و شفقت سے ہلکا کر دیا ارشاد ہوتا ہے۔

وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ  
(الانشراح، ۹۳: ۳-۴)

اور ہم نے آپ ﷺ کا وہ بوجھ اتار دیا جو آپ ﷺ کی پیٹھ توڑ ڈالتا تھا۔

یہاں یہ مژدہ جانفزا سنایا گیا ہے کہ اسلام کے عظیم مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے جو بوجھ آپ ﷺ نے اپنی پشت اقدس پر اٹھایا ہوا تھا ہم نے بر بنائے شفقت و محبت اسے ہلکا کر دیا ہے جس سے آپ ﷺ کی راہ عزیمت اور اشاعت کے لئے آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

### قرآن حکیم میں گفتار مصطفیٰ ﷺ کا ذکر

قرآن مجید حضور ﷺ کی بول چال، گفتگو اور دہن مبارک کا ذکر بھی کرتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ لِقَوْلِ رَسُولٍ كَرِيمٍ  
(التکویر، ۸۱: ۱۹)  
یہ قرآن رسول کریم ﷺ کا (لایا ہوا) قول ہے۔

خدائے عظیم قدیر نے قرآن کو جو اپنے صدور کے اعتبار سے لفظاً و معنماً سراسر کلام الہی ہے ظہور کے اعتبار سے کلام مصطفوی ﷺ قرار دیا ہے یہ عظیم قرآن جبرئیل امین کی وساطت سے تیس سالہ دور نبوت میں آنحضور ﷺ کے قلب انور پر نازل کیا جاتا رہا جسے آپ ﷺ اپنی زبان حق ترجمان سے افراد امت تک منتقل فرماتے رہے حضور اکرم ﷺ کا منصب رسالت کتنا مہتمم بالشان تھا کہ خدائے اپنے کلام کو رسول کریم ﷺ کے کلام سے تعبیر کیا پھر قرآن نے ذہن انسانی سے اس خلجان اور التباس کو رفع کرنے کے لئے کہ انسان ہونے کے ناطے اس رسول ﷺ کے کلام کو انسانی کلام پر محمول نہ کر لیا جائے۔ و اشکاف انداز میں اعلان کر دیا کہ میرا رسول ﷺ خواہش نفس سے ایک لفظ بھی زبان پر نہیں لاتا بلکہ جو کچھ کہتا ہے اللہ کی طرف سے وحی ہوتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا  
وَحْيٌ يُوحَىٰ  
(النجم، ۵۲: ۳-۴)  
اور وہ اپنی خواہش سے بات ہی نہیں کرتے۔ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو ان پر وحی ہوتا ہے۔

آیہ کریمہ میں ہر قسم کے گمان کا ابطال کر دیا گیا کہ یہ رسول ﷺ انسان تو ضرور ہے لیکن وہ اپنی خواہش سے ایک لفظ بھی نہیں بولتا وہ جو کچھ کہتا ہے سراسر وحی الہی ہوتا ہے اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر وہ وحی جبرائیل امین علیہ السلام کے توسط سے قلب مصطفیٰ ﷺ پر اترے تو اسے قرآن کہا جائے گا اور اگر جبرائیل علیہ السلام کا واسطہ درمیان میں نہ ہو تو حدیث۔ وحی کی پہلی قسم کو وحی جلی اور وحی متلو کا درجہ دیا گیا ہے جبکہ دوسری کو وحی خفی اور وحی غیر متلو کا۔ بہر حال آپ ﷺ کا ہر قول ہر حالت میں وحی ہی ہو گا کیونکہ اس میں خواہش نفس کا کوئی دخل نہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی زبان حق ترجمان سے کوئی غلط کلمہ صادر ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ آپ ﷺ نے انسانی سطح پر نہایت بھرپور زندگی گزاری جس میں شب و روز مختلف النوع معاملات پیش آتے رہے گونا گوں مسائل سامنے آئے جنہیں گفتگو اور باہمی مشاورت کے ذریعے طے کیا جاتا رہا لیکن یہ امر آیت مذکورہ کی روشنی میں طے شدہ ہے کہ آپ ﷺ کے ذہن مبارک سے نکلنے والی ہر بات وحی الہی ہو کرتی تھی۔ اس لئے وہ نہ صرف حق بلکہ معیار حق تھی آپ ﷺ کی ہر بات میں خدا کا ارادہ اور مشیت کا فرما ہوتی تھی بقول مولائے روم

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

فعل نبوی ﷺ فعل الہی ہے

نبی اکرم ﷺ کی ہر بات کا از روئے قرآن وحی الہی ہونا ثابت اور طے شدہ امر ہے قرآن تو آپ ﷺ کے فعل کو بھی فعل خداوندی قرار دیتا ہے جیسے ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ  
اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ  
(الفتح، ۳۸: ۱۰)

(اے رسول) بلاشبہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں فی الحقیقت وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں (گویا) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اس آیہ کریمہ میں بیعت رضوان کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان صحابہ کرامؓ کے بارے میں جنہوں نے حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ ارشاد فرمایا گیا کہ اے محبوب ﷺ بے شک انہوں نے تیرے ہاتھ پر بیعت کی ہے لیکن وہ ہاتھ تیرا نہیں اللہ کا ہے۔

غزوہ بدر کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے مٹھی بھر کنکریاں کفار و مشرکین کے جم غفیر کی طرف پھینکیں ان میں سے جس جس کو وہ کنکریاں لگیں اس کی بینائی سلب ہو گئی کنکریاں مارنے کا فعل بظاہر حضور ﷺ کے ہاتھوں صادر ہوا تھا لیکن اللہ رب



العزت نے قرآن مجید میں اسے بایں الفاظ اپنی طرف منسوب کر لیا۔

وَمَا رَسَيْتَ إِذْ رَسَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَسَايَ  
(الانفال، ۸: ۱۱۷) (مٹھی بھر خاک دشمن پر) پھینکی تھی، آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

گویا وہ ہاتھ جس سے کنکریاں پھینکنے کا فعل عمل میں آیا حکماً اللہ کا ہاتھ قرار دیا جا رہا ہے۔

### رسول امی ﷺ کا معلم حقیقی خدا ہے

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آنحضور ﷺ امی تھے اور آپ ﷺ نے زانوائے تلمذ کسی استاد کے آگے تمہ نہ کئے اللہ تعالیٰ نے تمام علوم و معارف کے خزانے آپ ﷺ کو براہ راست عطا کر دیئے تھے قرآن مجید میں آپ ﷺ کے امی ہونے کی یہ حکمت ارشاد فرمائی گئی۔

وَلَا تَخْطُءُ بِمِثْرِكَ إِذَا لَارْتَابَ  
الْمُبْطِلُونَ  
(العنکبوت، ۲۹: ۳۸)

اور نہ (آپ ﷺ) اسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے، (کیونکہ) اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل شبہ میں پڑ جاتے۔

آپ ﷺ کو امی رکھنے میں حکمت یہ تھی کہ مبادا کوئی اس اشتباہ میں پڑ جائے کہ رسول ﷺ کسی سے سیکھ کر یہ کلام خود لکھتے ہیں جب صورتحال یہ ہے کہ اس نے کسی استاد یا مکتب و مدرسہ سے کسب علم کیا ہی نہیں اور اس کو سکھانے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں تو پھر یہ مان لینے میں تامل نہیں ہونا چاہئے کہ وہ پیغمبر ﷺ فرستادہ حق ہے اور وہ پیغام جو اس پر نازل کیا گیا نوشتہ حق ہے۔

### بیان شاکل کا مقصد تعلیم ادب ہے

قرآن مجید نے بارگاہ مصطفوی ﷺ کے آداب بجالانے کی تعلیم عطا کی اور متبعین اسلام کو تلقین فرمائی کہ وہ رسول ﷺ کو عام انسان سمجھ کر انہیں بلند آواز

سے نہ پکاریں جیسے روزمرہ زندگی میں ایک دوسرے کو پکارنے کے عادی ہیں ایسا کرنے والوں کے لئے قرآن مجید نے نہایت کڑی وعید سنائی ہے ارشاد فرمایا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا  
أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ  
لَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ  
لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ  
لَا تَشْعُرُونَ

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان سے اس طرح زور سے نہ بولو جیسے آپس میں بولتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

(الحجرات ۲:۳۹)

امتِ مصطفوی ﷺ کو اپنے آقا و مولا ﷺ کے ادب کا قرینہ سکھایا گیا کہ وہ اپنی آوازیں بھی اس بارگاہ بیکس پناہ میں پست رکھیں مبادا ان کے اعمال اس ذرا سی لغزش سے تباہ و برباد ہو جائیں اور انہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔

شما گل کے باب میں قرآن مجید اس بنیادی نکتے کو ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ اہل ایمان کے قلوب میں ادبِ مصطفوی ﷺ بدرجہ اتم جاگزیں ہو جائے اور وہ حضور ﷺ کی ذات گرامی کی تعظیم و تکریم کو بشرح صدر اپنا شعار حیات بنائیں۔ عشق و محبت کا وہ مقام جہاں جنیدؒ اور بایزیدؒ بھی اس بارگاہ بیکس پناہ میں سراپا ادب اور ہم بخود نشتر آتے ہیں ہر بندہ مومن کے ایمان کا مرکز و محور ہونا چاہئے۔

ادب گایست زیر آسمان از عرش نازک تر  
نفس عم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

2  
3  
14  
15  
16  
17  
18  
19  
20  
21  
22  
23

# شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی معرکہ آراء تصانیف ﴿اگست 2006ء تک﴾

## A. قرآنیات

01. عرفان القرآن (ترجمہ پارہ 1 تا 30)
02. عرفان القرآن (ترجمہ پارہ 1 تا 30 مجلد)
03. تفسیر منہاج القرآن (سورۃ الفاتحہ، جزو اول)
04. تفسیر منہاج القرآن (سورۃ البقرہ)
05. حکمت استعاذہ
06. تسمیۃ القرآن
07. معارف الکواثر
08. فلسفہ تسمیہ
09. معارف اسم اللہ
10. منہاج العرفان فی لفظ القرآن
11. لفظ رب العالمین کی علمی و سائنسی تحقیق
12. صفت رحمت کی شان امتیاز
13. اسمائے سورۃ فاتحہ
14. سورۃ فاتحہ اور تصور ہدایت
15. اسلوب سورۃ فاتحہ اور نظام فکر و عمل
16. سورۃ فاتحہ اور تعلیمات طریقت
17. سورۃ فاتحہ اور انسانی زندگی کا اعتقادی پہلو
18. شان اولیت اور سورۃ فاتحہ
19. سورۃ فاتحہ اور حیات انسانی کا عملی پہلو (تصور عبادت)
20. سورۃ فاتحہ اور تعمیر شخصیت
21. فطرت کا قرآنی تصور
22. لا اکراه فی الدین کا قرآنی فلسفہ
23. "کنز الایمان" کی فنی حیثیت

## B. الحدیث

24. الأربعین فی فضائل النبی الامین ﷺ
25. الأربعین: بشری للمؤمنین فی شفاعۃ سید المرسلین ﷺ
26. السیف الجلی علی منکر ولایۃ علیؑ
27. القول المعبر فی الإمام المنتظرؑ
28. الأربعین: الدرۃ البیضاء فی مناقب فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا
29. الأربعین: مرج البحرين فی مناقب الحسنین علیہما السلام
30. الأربعین: القول الوثیق فی مناقب الصدیقؑ
31. الكنز الثمین فی فضیلۃ الذکر و الذاکرین
32. البدر التمام فی الصلوۃ علی صاحب الدنور و المقام ﷺ
33. تکمیل الصحیفۃ بأسانید الحدیث فی الإمام ابی حنیفہؑ
34. الانوار النبویۃ فی الأسانید الحنفیۃ (مع احادیث الإمام الأعظمؑ)
35. المنہاج السوی من الحدیث النبویؐ (عربی متن، اردو ترجمہ اور تحقیق و تخریج)
36. القول الصواب فی مناقب عمر بن الخطابؓ

37. رَوْضُ الْجَنَانِ فِي مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ ؓ  
 38. كَنْزُ الْمَطَالِبِ فِي مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي  
 طَالِبٍ ؓ

49. الْعِقْدُ الثَّمِينُ فِي مَنَاقِبِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ  
 ﴿أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُنَّ﴾  
 مَنَاقِبُ  
 50. رَوْضَةُ السَّالِكِينَ فِي مَنَاقِبِ الْأَوْلِيَاءِ  
 وَالصَّالِحِينَ ﴿أَوْلِيَاءِ كَرَامٍ أَوْرِ صَالِحِينَ  
 عِظَامِ كَفَضَائِلِ وَمَنَاقِبِ﴾

### C. إِيْمَانِيَات

51. أَرْكَانُ إِيْمَانٍ  
 52. إِيْمَانٍ أَوْرِ إِسْلَامٍ  
 53. شَهَادَتِ تَوْحِيدٍ  
 54. حَقِيقَتِ تَوْحِيدِ وَرِسَالَتِ  
 55. إِيْمَانٍ بِالرِّسَالَتِ  
 56. إِيْمَانٍ بِالْكَتَبِ  
 57. إِيْمَانٍ بِالْقَدْرِ  
 58. إِيْمَانٍ بِالْآخِرَتِ  
 59. مُؤْمِنٌ كَوْنٌ هَيْ؟  
 60. مَنَاقِبَتِ أَوْرِ أَسْ كِي عِلَامَاتِ

### D. إِعْتِقَادِيَات

61. كِتَابُ التَّوْحِيدِ (جِلْدِ أَوَّلِ)  
 62. كِتَابُ التَّوْحِيدِ (جِلْدِ دَوِّمِ)  
 63. كِتَابُ الْبِدْعَةِ ﴿بِدْعَتِ كَا صَحِيحِ تَصْوَرِ﴾  
 64. حَيَاةُ النَّبِيِّ ﷺ  
 65. مَسْئَلَةُ إِسْتِغَاثَةِ أَوْرِ أَسْ كِي شَرْعِي حَيْثِيَّتِ  
 66. تَصْوِيرِ إِسْتِعَانَتِ  
 67. عَقِيدَةُ تَوْسَلِ (وَسِيلَةُ كَا صَحِيحِ تَصْوَرِ)  
 68. عَقِيدَةُ شَفَاعَتِ

39. الْعِرْفَانُ فِي فَضَائِلِ وَ آدَابِ الْقُرْآنِ  
 40. الصَّلَاةُ عِنْدَ الْحَنْفِيَّةِ فِي ضَوْءِ السُّنَّةِ  
 النَّبَوِيَّةِ ﴿حَضُورِ نَبِيِّ أَكْرَمِ ﷺ كَا طَرِيقَةِ  
 نَمَازِ﴾

41. التَّضْرِيحُ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ ﴿مِيسِ  
 رَكْعَتِ نَمَازِ تَرَاوِيحِ كَا ثَبُوتِ﴾  
 42. الدُّعَاءُ بَعْدَ الصَّلَاةِ ﴿نَمَازِ كِي بَعْدِ هَاتِهِ  
 أَتْهَا كَرْدِ عَا مَانْگَنَّا﴾

43. الْإِنْتِبَاهُ لِلْخَوَارِجِ وَالْحَرُورَاءِ ﴿گِستَاخَانِ  
 رَسُولِ ..... أَحَادِيثِ نَبِيِّ ﷺ كِي رُوشَنِي  
 مِيسِ﴾

44. اللَّبَابُ فِي الْحُقُوقِ وَ الْآدَابِ ﴿إِنْسَانِي  
 حَقُوقِ وَ آدَابِ ..... أَحَادِيثِ نَبِيِّ ﷺ كِي  
 رُوشَنِي مِيسِ﴾

45. الْبَيِّنَاتُ فِي الْمَنَاقِبِ وَ الْكِرَامَاتِ  
 ﴿فَضَائِلِ وَ كِرَامَاتِ ..... أَحَادِيثِ نَبِيِّ ﷺ  
 كِي رُوشَنِي مِيسِ﴾

46. الْعَبْدِيَّةُ فِي الْحَضْرَةِ الصَّمَدِيَّةِ ﴿بَارگَاهِ  
 اِلَهِي سِي تَعْلُقِ بِنْدگی﴾

47. كَنْزُ الْإِنَابَةِ فِي مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ ﴿صَحَابَةِ  
 كَرَامِ ﷺ كِي فَضَائِلِ وَمَنَاقِبِ﴾

48. غَايَةُ الْإِجَابَةِ فِي مَنَاقِبِ الْبِقْرَابَةِ ﴿اَهْلِ  
 بَيْتِ اطْهَارِ سَلَامِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ كِي فَضَائِلِ وَ  
 مَنَاقِبِ﴾



69. عقیدہ علم غیب
70. شہر مدینہ اور زیارتِ رسول ﷺ
71. ایصالِ ثواب اور اُس کی شرعی حیثیت
72. خوابوں اور بشارات پر اعتراضات کا علمی محاکمہ
73. سُنیّت کیا ہے؟
74. منہاج العقائد
75. البِدْعَةُ عِنْدَ الْأُمَّةِ وَ الْمُحَدِّثِينَ (بدعتِ ائمہ و محدثین کی نظر میں)
- E. سیرت و فضائلِ نبوی ﷺ**
76. مقدمہ سیرۃ الرسول ﷺ (حصہ اول)
77. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد دوم)
78. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد سوم)
79. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد چہارم)
80. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد پنجم)
81. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد ششم)
82. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد ہفتم)
83. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد ہشتم)
84. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد نہم)
85. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد دہم)
86. سیرتِ نبوی ﷺ کا علمی فیضان
87. سیرتِ نبوی ﷺ کی تاریخی اہمیت
88. سیرتِ نبوی ﷺ کی عصری و بین الاقوامی اہمیت
89. قرآن اور سیرتِ نبوی ﷺ کا نظریاتی و انقلابی فلسفہ
90. قرآن اور شمائلِ نبوی ﷺ
91. نورِ محمدی: خلقت سے ولادت تک (میلاد نامہ)
92. میلاد النبی ﷺ
93. تاریخِ مولدِ النبی ﷺ
94. مولدُ النبی ﷺ عند الأئمة و المحدثین
95. فلسفہ معراجِ النبی ﷺ
96. حسنِ سراپائے رسول ﷺ
97. اسمائے مصطفیٰ ﷺ
98. خصائصِ مصطفیٰ ﷺ
99. شمائلِ مصطفیٰ ﷺ
100. برکاتِ مصطفیٰ ﷺ
101. معارف الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ
102. تحفة السرور فی تفسیر آیة نور
103. نور الأبصار بذكر النبی المختار ﷺ
104. تذکارِ رسالت
105. ذکرِ مصطفیٰ ﷺ (کائنات کی بلند ترین حقیقت)
106. فضیلتِ درود و سلام
107. ایمان کا مرکز و محور (ذاتِ مصطفیٰ ﷺ)
108. عشقِ رسول ﷺ: وقت کی اہم ضرورت
109. عشقِ رسول ﷺ: استحکامِ ایمان کا واحد ذریعہ
110. غلامی رسول: حقیقی تقویٰ کی اساس
111. تحفظ ناموسِ رسالت
112. اُسیرانِ جمالِ مصطفیٰ ﷺ
- F. ختمِ نبوت**
113. مناظرۃ ڈنمارک
114. عقیدہ ختمِ نبوت اور فقہِ قادیانیت
115. عقیدہ ختمِ نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی

138. اسلامی تربیتی نصاب (جلد اول)

139. اسلامی تربیتی نصاب (جلد دوم)

140. سلوک و تصوف کا عملی دستور

141. اخلاق الانبیاء

142. تذکرے اور صحبتیں

143. حسن اعمال

144. حسن احوال

145. حسن اخلاق

146. صفائے قلب و باطن

147. فسادِ قلب اور اُس کا علاج

148. زندگی نیکی اور بدی کی جنگ ہے

149. ہر شخص اپنے نشہِ عمل میں گرفتار ہے

150. ہمارا اصلی وطن

151. تربیت کا قرآنی منہاج

152. جرم، توبہ اور اصلاحِ احوال

153. طبقاتِ العباد

154. حقیقتِ اعتکاف

## J. اوراد و وظائف

155. الفيوضات المحمدية ﷺ

156. الأذکار الإلهية

157. دلائل البرکات فی التحیات و الصلوات

158. مناجاتِ امام زین العابدین علیہ السلام

## K. علمیات

159. اسلام کا تصورِ علم

160. علم..... توجیہی یا تخلیقی

161. مذہبی اور غیر مذہبی علوم کے اصلاح طلب

116. مرزائے قادیان اور تشریحی نبوت کا دعویٰ

117. مرزائے قادیان کی دماغی کیفیت

118. عقیدہ ختم نبوت اور مرزائے قادیان کا

متضاد موقف

## G. عبادات

119. ارکانِ اسلام

120. فلسفہ نماز

121. آدابِ نماز

122. نماز اور فلسفہٴ اجتماعیت

123. نماز کا فلسفہٴ معراج

124. فلسفہٴ صوم

125. فلسفہٴ حج

## H. فقہیات

126. نص اور تعبیرِ نص

127. تحقیقِ مسائل کا شرعی اسلوب

128. اجتہاد اور اُس کا دائرہ کار

129. عصرِ حاضر اور فلسفہٴ اجتہاد

130. تاریخِ فقہ میں ہدایہ اور صاحبِ ہدایہ کا مقام

131. الحکم الشرعی

132. منہاجِ شریعت

## I. روحانیت

133. اطاعتِ الہی

134. ذکرِ الہی

135. محبتِ الہی

136. خشیتِ الہی اور اُس کے تقاضے

137. حقیقتِ تصوف (جلد اول)

182. دورِ حاضر میں طاعونی یلغار کے چار محاذ

183. خدمتِ دین کی توفیق

184. قرآنی فلسفہ تبلیغ

185. اسلام کا تصور اعتدال و توازن

186. نوجوان نسل دین سے دُور کیوں؟

187. تحریکِ منہاج القرآن: ”افکار و ہدایات“

188. تحریکِ منہاج القرآن: انٹرویوز کی روشنی میں

189. تحریکِ منہاج القرآن کی انقلابی فکر

190. روایتی سیاست یا مصطفوی انقلاب.....!

191. اجتماعی تحریکی کردار کے چار عناصر

192. اہم انٹرویو

## O. انقلابیات

193. نظامِ مصطفیٰ (ایک انقلاب آفریں پیغام)

194. حصولِ مقصد کی جد و جہد اور نتیجہ خیزی

195. پیغمبرانہ جد و جہد اور اُس کے نتائج

196. پیغمبرِ انقلاب اور صحیفہٴ انقلاب

197. قرآنی فلسفہٴ عروج و زوال

198. باطل قوتوں کو کھلا چیلنج

199. سفرِ انقلاب

200. مصطفوی انقلاب میں طلبہ کا کردار

201. سیرتِ النبی ﷺ اور انقلابی جد و جہد

202. مقصدِ بعثت انبیاء علیہم السلام

## P. سیاسیات

203. سیاسی مسئلہ اور اُس کا اسلامی حل

204. تصورِ دین اور حیاتِ نبوی ﷺ کا سیاسی پہلو

205. نیو ورلڈ آرڈر اور عالمِ اسلام

پہلو

162. تعلیمی مسائل پر انٹرویو

## L. اقتصادیات

163. معاشی مسئلہ اور اُس کا اسلامی حل

164. بلاسود بنکاری کا عبوری خاکہ

165. بلاسود بنکاری اور اسلامی معیشت

166. بجلی مہنگی کیوں؟ IPPs کا معاملہ کیا ہے؟

## M. جہادیات

167. حقیقتِ جہاد

168. جہاد بالمال

169. فلسفہٴ شہادتِ امام حسین ؑ

170. شہادتِ امام حسین ؑ (حقائق و واقعات)

171. شہادتِ امام حسین ؑ: ایک پیغام

172. ذبحِ عظیم (ذبحِ اسماعیل ؑ سے ذبحِ

حسین ؑ تک)

## N. فکریات

173. قرآنی فلسفہٴ انقلاب (جلد اول)

174. قرآنی فلسفہٴ انقلاب (جلد دوم)

175. اسلامی فلسفہٴ زندگی

176. فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟

177. منہاجِ الافکار (جلد اول)

178. منہاجِ الافکار (جلد دوم)

179. منہاجِ الافکار (جلد سوم)

180. ہمارا دینی زوال اور اُس کے تدارک کا سہ جہتی

منہاج

181. ایمان پر باطل کا سہ جہتی حملہ اور اُس کا تدارک

206. آئندہ سیاسی پروگرام

## Q. قانونیات

207. میثاقِ مدینہ کا آئینی تجزیہ

208. اسلامی قانون کی بنیادی خصوصیات

209. اسلامی اور مغربی تصورِ قانون کا تقابلی جائزہ

210. اسلام میں سزائے قید اور جیل کا تصور

## R. شخصیات

211. پیکرِ عشقِ رسول: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

212. فضائل و مراتب سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

213. حبِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم

214. سیرتِ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

215. سیرتِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

216. سیرتِ سیدۃ عالم فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا

217. شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور فلسفہ خوری

218. حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں (بریلوی) کا

علمی نظم

219. اقبالؒ کا خواب اور آج کا پاکستان

220. اقبالؒ اور پیغامِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

221. اقبال اور تصورِ عشق

222. اقبال کا مردِ مومن

## S. اسلام اور سائنس

223. اسلام اور جدید سائنس

224. تخلیقِ کائنات (قرآن اور جدید سائنس کا تقابلی مطالعہ)

225. انسان اور کائنات کی تخلیق و ارتقاء

226. امراضِ قلب سے بچاؤ کی تدابیر

227. شانِ اولیاء (قرآن اور جدید سائنس کی روشنی میں)

## T. عصریات

228. اسلام میں انسانی حقوق

229. حقوقِ والدین

230. اسلامی مہاشرہ میں عورت کا مقام

231. عصرِ حاضر کے جدید مسائل اور ڈاکٹر محمد طاہر

القادری

## U. تعلیماتِ اسلام (سیریز)

232. سلسلہ اشاعت (۱): تعلیماتِ اسلام

233. سلسلہ اشاعت (۲): ایمان

234. سلسلہ اشاعت (۳): اسلام

235. سلسلہ اشاعت (۴): احسان

## V. عربی کتب

236. معهد منهاج القرآن

237. التصور الإسلامي لطبيعة البشرية

238. نهج التربية الاجتماعية في القرآن الكريم

239. التصور التشريعي للحكم الإسلامي

240. فلسفة الاجتهاد و العالم المعاصر

241. الجريمة في الفقه الإسلامي

242. منهاج الخطبات للعيدين و الجمععات

243. قواعد الاقتصاد في الإسلام

244. الاقتصاد الأروبي و نظام المصرف في الإسلام

## W. انگریزی کتب

245. Irfan-ul-Qur'an (English Translation of the Holy Qur'an, Part 1)

246. Sirat-ur-Rasul صلی اللہ علیہ وسلم, vol.1

247. The Ghadir Declaration

248. The Awaited Imam

277. Virtues of Sayyedah Fatimah (عليها السلام)
278. Remembrance of Allah *Dhikr* and *Dhakirin*
249. Creation of Man
250. Islamic Penal System and its Philosophy
251. Beseeching for Help (*Istighathah*)
252. Islamic Concept of Intermediation (*Kawassul*)
253. Real Islamic Faith and the Prophet's Stature
254. Greetings and Salutations of the Prophet (ﷺ)
255. Spiritualism and Magnetism
256. Islam on Prevention of Heart Diseases
257. Islamic Philosophy of Human Life
258. Islam in Various Perspectives
259. Islam and Christianity
260. Islam and Criminality
261. Qur'anic Concept of Human Guidance
262. Islamic Concept of Human Nature
263. Divine Pleasure
264. Qur'anic Philosophy of Benevolence (*hsan*)
265. Islam and Freedom of Human Will
266. Islamic Concept of Law
267. Philosophy of Ijtihad and the Modern World
268. Qur'anic Basis of Constitutional Theory
269. Islam - The State Religion
270. Legal Character of Islamic Punishments
271. Legal Structure of Islamic Punishments
272. Classification of Islamic Punishments
273. Islamic Philosophy of Punishments
274. Islamic Concept of Crime
275. Qur'an on Creation and Expansion of the Universe
276. Creation and Evolution of the Universe



# قرآن

اول

## شماره پوری

صلى الله عليه وسلم

مجمع الترمذی

297.9921  
م 28 طابرق  
79870

مجمع القرآن الكريم

